ماہنامہ

دلیل راہ

لاہور

دسمبر 2008ء - ذی الحجہ 1429ھ

لبیک اللھم لبیک لبیک لاشریک لک لبیک
ان الحمد والنعمۃ لک والملک لاشریک لک

نعت رسول مقبول ﷺ

اے پناہِ دین و دنیا سید والا کرم
زندگی ہے آپ ﷺ کے دم سے مؤقر ، محتشم
آپ ﷺ ہی کے ہم قدم سے لالہ ، گل کو فروغ
نغمہ بر لب طائران خوش نوایاں دمبدم
آپ ﷺ کے دم سے عرب کی سر زمیں حسن المآب
عطر در ہیں گل زمیں آپ ﷺ سے اے محترم
ذاتِ اقدس آپ ﷺ کی ہے آفتابِ دل نواز
ڈھل گئی ایک صبح نو میں زندگی کی شامِ غم
ریت کے ذرے ہوئے جگمگ ستاروں کی مثال
نور کا سیل رواں ہے قریہ قریہ یم بہ یم
بے خبر یہ رومیوں کے قصر سب تھرا گئے
ورطۂ حیرت میں ڈوبے پادشاہانِ عجم
ہو گئے روشن شعور ، آگہی کے سب چراغ
بندگانِ بے بصر بھی جاگ اٹھے لا جرم
آپ نے بخشے غلاموں کو مقاماتِ بلند
رستگاری پا گئے جو تھے اسیرانِ ستم
بے بسی ، بے چارگی کے چھٹ گئے بادل تمام
چار سو لہرا گئے امید و جرأت کے علم
یا محمد ﷺ آپ ﷺ کے نورِ سعادت کی طفیل
وادیٔ فاراں ہوئی ہے سرفراز و محترم
خاکِ طیبہ آپ ﷺ کے دم سے بنی خاکِ شفا
آپ ﷺ کے فیضان سے ہے زندگانی کا بھرم
دل کشا ، جاں فزا ہے وادیٔ طیبہ کی فضا
ہے یہاں کی سرزمیں بھی گوشۂ باغِ ارم
کس قدر ہوتا ہے دل افروز و جاں پرور سماں
گھر کے آتا ہے بوقتِ شام جب ابرِ کرم
آ گیا ہوں آپ ﷺ کی خدمت میں میں خالی ایاغ
ہو اجازت تو کہوں بے سوز ہے پیرِ حرم
میں کہ ہوں بے چارہ ، پاافتادہ ، بیدل ، بے سکوں
آپ ﷺ کی چوکھٹ پہ حاضر ہوں مگر باچشمِ نم
دل شکستہ ، لاغر و بیمار ہوں میرے طبیب ﷺ
میرے زخموں کا مداوا آپ کی چشمِ کرم

سعید بدر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دہشت گرد انسان ہیں یا عقیدے

یہ دنیا ان گنت مسائل سے دوچار ہو چکی ہے۔ حکومتیں چھوٹی ہیں تو چھوٹا ہونے کی وجہ سے اور بڑی ہیں تو بڑا ہونے کی وجہ سے پریشان ہیں۔ بڑی دنیا کے لوگ انسانیت کی "چراگاہ" کی تلاش میں رہتے ہیں۔ درندہ صفت شکاریوں کے منہ انسانوں کا خون لگ چکا ہے۔ لاکھوں انسانوں کو الیکٹرانوں کی جہنم تک پہنچایا جا چکا ہے۔ ابھی پروٹانوں کی دوزخ بھوکی پڑی ہے۔ آسمانی جاسوس طیارے لذیذ گوشت بھوننے کے چکر میں رہتے ہیں۔ ان لوگوں کے قانون میں تڑپنا، بلکنا جرم ہے، دہشت گردی ہے اور تعدی ہے۔ سیاہ تخت شکاریوں کا دستور یہ ہے کہ مذہب دنیا کی سپر قوت کی تابعداری کا نام ہونا چاہئے۔ اس ذہن کے لوگ ہر دور میں تجربے کرتے رہتے ہیں کہ ہم نے ہر حالت میں دودھ کو کالا منوانا ہے اور شہد کو کڑوا تسلیم کروا کر دم لینا ہے۔

ناممکن اس دنیا میں کچھ نہیں مظفر
دودھ بھی کالا شہد بھی کڑوا ہو سکتا ہے

کبھی آپ نے شکاری دیکھے ہوں گے جب وہ اور ان کے کتے کسی خرگوش وغیرہ کو گھیرے میں لے لیتے ہیں اس مظلوم کی جان پر جو بنی ہوتی ہے۔ وہ آنکھوں سے دیکھنے والی شے ہے۔ کبھی ادھر بھاگے، کبھی ادھر بھٹکے، یہ مارو وہ مار، ادھر سے لے ادھر سے پا، ایک چھوٹی سی مظلوم جان کس کس کا مقابلہ کرے، آخر اس نے خون ہی کا نذرانہ دینا ہوتا ہے۔ آج ہماری دنیا میں انسان انسان کا شکاری بن چکا ہے۔ شکاری خود شکاری پیدا کرنے کی تدبیریں کر رہے ہیں۔ کہتے ہیں ہلاکو اور چنگیز خان نے خود ہی امیر تیمور پیدا کیا تھا۔ کسی نے یہ سچ کہا کہ عباسیوں کو یزیدیوں نے خود جنم دیا تھا۔ آج کے انسانوں کو شکاری بننے کی بجائے یہ اتحاد رائے پروان چڑھانا چاہئے مسلمان ملکوں میں انسانوں کا شکار بند کیا جائے اور اگر کوئی طاقت یہ سمجھتی ہے کہ اس طرح انسانوں کے ختم ہونے سے ان کے عقیدے بھی مر جائیں گے تو ہزاروں بار قسم اس اللہ برحق کی کہ عقیدہ نہ مارا جا سکتا ہے، نہ دبایا جا سکتا ہے، نہ اسے گلہ گھونٹنے کی سزا دی جا سکتی اور نہ ہی اسے میزائیلوں سے اڑایا جا سکتا ہے۔ اس مسلمہ حقیقت سے کبھی کسی طاقت کو ٹکرانا نہیں چاہئے اور یہ عقل لینی چاہئے کہ عقیدہ بانجھ ماں نہیں اس کے شکم سے لاکھوں بچے پیدا ہوتے ہیں جو اصحاب عقیدہ کی جماعت بن جاتے ہیں اور ایسے لوگوں کا ایمان انہیں گوشت پوست کے انسان سے ماوریٰ کر دیتا ہے۔ ان کے لیے قوت اور حیات دونوں یکساں

ہوتے ہیں، ان لوگوں کی تاریخ کاغذی کتابوں میں نہیں ہوتی آفاق کے آسمانی اور نشیلے رنگ ان کی کہانیاں رقم کرتے ہیں۔ان میں سے ہر روح کا وظیفہ یہ ہوتا ہے۔

قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (سورہ انعام:162)

آپ فرمایئے بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری حیات اور میری ممات سب اللہ کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے

اب تو سوچنے والے انسانوں کے دماغ ماؤف ہو رہے ہیں کہ دنیا میں ہو کیا رہا ہے؟

صبحوں کی عنابی کرنیں اذانوں کی آوازوں کو اپنے آنچل میں سمو کر آنے والی نسلوں کو امانت سپرد کر رہی ہیں۔شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے بہتر ہوتی ہے۔شام ڈھلتی ہے تو مسلمان روحوں میں ایک حرکت سی پیدا ہوتی ہے پھر ہر لحہ سوال بن جاتا ہے۔یزید حسین کا دشمن کیوں تھا؟ اقتدار اور ثروت علی سے الجھی کیوں تھی۔آج ایک بڑی طاقت پھر مسلمانوں کے ''درپے آزار'' ہے۔کم از کم یادوں کے میلے میں چند ساعتیں تو ہونی چاہیں جن میں حسین کی آواز رس گھولے۔

حسین عقیدہ کا نام ہے

علی ایمان کا اعلام ہے

ایمان اور عقیدہ کبھی مرا نہیں کرتے۔ایسی انسانی روحیں جو عظمتوں کے عرش پر بوسہ زن ہونے کی خواہش رکھتی ہوں انہیں یہ شعور بیدار کرنا چاہئے کہ رفعتوں کے آسمان تک اسلام کی سیڑھی بغیر چڑھنا امر محال ہے۔یاد رکھو! جب ہر حوالہ مشکوک ہو جائے،جب ہر منصوبہ بندی تاریک پڑ جائے اور ہر مسیحا بے اعتبار ٹھہرے،اُس وقت سے درس ضرور لینا جب مقدس خون کو خاک میں ملانے والے کعبہ کو بھی ڈھا چکیں تو ایک تدبیر پابہ زنجیر زین کی آواز سے ابھرے گی اور وہ تمہیں بتائے گا ایمان اور عقیدہ ہر زمانے میں آزاد ہوتے ہیں۔

مسلمانو!

یہ تمہارے نقشبندی،

یہ قادری، یہ چشتی

اور یہ سہروردی

دراصل نازک دور میں حفاظت عقیدہ

کی مقدس تدبیر اور معاملہ بندی تھی۔الحمد للہ ملائے بے ہنر کو کیا معلوم ان زاویوں نے کیا خیرات بانٹی ہے۔

تصوف کی آماجگاہوں سے فیض حاصل کرنے والو!

اب تمہاری ذمہ داری ہے

کہ اپنے زمانے کے بدمعاشوں کو پہچانو۔۔۔

ظالم سماج کے منصوبے پرکھو۔۔۔

اپنے قاتلوں کی ذہنیت پڑھو وہ کتنے ذلیل لوگ ہیں۔

چند دن ہوئے سنا حیدرآباد میں بھوک سے تنگ آکر ایک ماں نے بچوں کو فروخت کرنا چاہا،پھر پڑھا کہ کوئی ماں اپنے نومولود بچے کو غلاظت کے ڈھیر پر پھینک گئی پھر اس پر تبصرہ ہوا کہ بھوک سے مرنے والے بچے کو کفن دینے کے لئے پیسے نہ ملے،یہ سارے کام مغرب میں کیوں نہیں ہوتے؟ دراصل نادیدہ قوتیں تمہیں گندگی کی نالی

میں گھسیٹ کر لانا چاہتی ہیں تاکہ تم موسیقی کی دھن پر کہہ سکو:

دو وقت کی روٹی بھی نہیں جس کو میسر
کب تک وہ عقیدہ کی غذا کھا کے جئیں گے

ہماری تاریخ الگ ہے۔ ہم لوگ تربیت اور سوچ کی اپنی آماجگاہیں رکھتے ہیں۔ ہمارے فیض کے اپنے سرچشمے ہیں۔ دنیا میں پیٹ کی ضرورتیں کبھی موت تک نہیں پہنچاتیں، عیاشیاں اور رقابت ناقصہ انسان کو محروم کرتی ہے۔ یہ زلزلہ بھی تمہاری دنیا میں مغربی شیطانوں سے بپا ہوا ہے۔ دولت کی غلط تقسیم، اقتدار کا بے محابا اور غلط استعمال اور ظلم کے ہلاکت آفریں رویئے ہمیں نظام مصطفیٰ سے ہزاروں میل دور لے جا چکے ہیں۔

پچھلے دنوں بھارت نے پاکستان کی غیرت کو للکارا۔ زرداری صاحب نے ہمت کی تمام سیاست دانوں کو جمع کرنے کی کوشش کی البتہ مذہبی جماعتوں کو مناسب نہ سمجھا کہ وہ پاکستان کی سالمیت اور استحکام کے لئے رائے دہی کے عمل میں شامل ہوں۔ ویسے بھی اہل مذہب ہی اہل حق ہیں ان کے لئے مشکل ہے کہ کسی ظالم سامراج کی غلامی کریں اور یہ بھی کہ بقلم خود عدم دستیاب ہونے کی چلہ کشیاں بھی تو ترک نہیں کرتے۔ خانوادہ علی کے ایک سپوت کا معروف قول ہے:

"فتنوں کی زمانے میں بدی کے خلاف جنگ کو انتہا پر پہنچا دو یا پھر روپوش ہو کر اللہ اللہ کرو عزت انہی دو راستوں پر ہے درمیانی راہ اختیار کرنا بے توقیری کا باعث ہوتا ہے"۔

زندگی میں وہ لطیفہ کبھی نہیں بھولے گا کہ دوستوں کے جبر نے مشرف پرویز سے ملاقات کرا دی۔ ابلاغ حق اور نقد اساعی نے محفل میں رس گھولا۔ مشرف پرویز کہنے لگے شاہ جی آپ کا ہمارے پاس آنا تعجب ناک ہے۔ جیسے آپ کے پاس ہمارے لئے کچھ نہیں، ہمارے پاس بھی آپ کے لئے کچھ نہیں۔ ہم ایک دوسرے کے معاملے میں فقیر ہیں۔ مشرف فقیر ہے یا نہیں، ہم الحمدللہ ضرور فقیر ہیں۔ زرداری صاحب ہم عزت اسی میں سمجھتے ہیں کہ آپ سے ملاقات نہ ہو، کہتے ہیں یزید اکثر اپنے خطبوں میں کہتا ہوتا تھا کہ چالاک حاکم وہی ہوتا ہے جو اپنے سیاسی دشمن کے روبرو نہ ہو۔ خیر ہم تو محبت کرنے والے لوگ ہیں، نہ جنگ اپنی پسند کرتے ہیں اور نہ ہی کسی اور کی بے توقیری پسند رہتی ہے۔ ہاں ہر ایک کی خیرخواہی اپنی دینی ذمہ داری تصور کرتے ہیں۔

آپ جب لوگوں سے مل گل رہے ہیں تو ہم آپ کو یہ نہیں کہتے کہ شیخ الحدیث بن جاؤ، مجاہد اسلام ہو جاؤ اور غازی بننے کی کوشش کرو۔ اس لئے کہ یہ چیزیں تو مقدر سے ملتی ہیں۔ ہم آپ سے عرض کریں گے شاہین نہیں بنتے تو مہربانی کر کے ککڑ ہی بن جاؤ۔

یہ کسی چینی مصنف کی تحقیق ہے:

مرغ کا پوست تہذیب و تمدن اور وضع داری کی علامت ہوتا ہے
اس کے مضبوط پنجے قوت اور توانائی کا اظہار کرتے ہیں
یہ لڑائی میں ہار نہیں مانتا
جب اسے دانہ دنکا مل جائے یہ دوسرے کو شریک نعمت کرنے کے لئے انہیں دعوت دیتا ہے
اس کی زبردست خوبی یہ ہے کہ یہ وقت کا راز جانتا ہے اور اذان حق میں کوئی کوتاہی نہیں کرتا
لیکن اس بیچارے کی قسمت خراب ہے کہ یہ کھانے کی ہر میز کی زینت بن جاتا ہے۔

ہم نے زعمائے سیاست کو مرغ بن کر جینے کا مشورہ اس لئے دیا ہے کہ ان کے خون

میں تھوڑا سا لڑنا بھی آجائے۔ اس لئے کہ لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانا کرتے۔ بھارت کے ساتھ آج نہیں تو کل آپ کو لڑنا ہی ہے۔ اذان سحر سے پہلے اگر ذبح ہونا ہی ہے تو چین والوں کے میز پر جائیں اس لئے کہ وہ قوم اپنے نوالوں اور لقموں کو آلودہ نہیں ہونے دیتی۔ اچھی عاقبت تو اسی میں ہے کہ چین، پاکستان اور ایران ایک بلاک بن جائیں، امریکہ اور بھارت کی پیشانی پر پسینہ آجانے گا لیکن اس منزل کے حصول کے لئے ہمیں یہ روحانی دستور اپنانا ہوگا کہ:

ہماری اذانیں بھی ہوں

اللہ اکبر

اور ہماری نماز بھی ہو

اُس ہی کی بندگی

ہر طاغوت کا قفس غلامی توڑنا ہی حقیقی آزادی ہے۔

آج کی بات حضور ﷺ کی ایک حدیث مبارک پر ختم کرنا چاہوں گا۔۔۔۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

''تمام لوگوں میں سے بہترین زندگی ایسے شخص کی ہے جو راہ خدا میں گھوڑے کی لگام تھامے تیار ہو۔ جب بھی کہیں گھبراہٹ یا خطرہ محسوس ہو۔ اپنے گھوڑے کی پیٹھ پر سوار ہو جانے اور ایسے مقام پر پہنچے جہاں موت یا قتل کا اندیشہ ہو یا وہ شخص بہتر ہے جو اپنی کچھ بکریاں لئے ان پہاڑوں میں سے کسی پہاڑ کی چوٹی پر رہائش رکھتا ہو، یا وادی میں اور وہاں نماز پڑھتا ہو، زکوٰۃ دیتا ہو اور مرتے دم تک اپنے پروردگار کی عبادت میں لگا رہے تو وہ دوسرے لوگوں کے مقابلے میں اچھا رہے گا''۔

(مسلم شریف رسالہ قشیریہ)

اللہ تعالیٰ ہمت سے جہاد فی سبیل اللہ کی توفیق سے نوازے اور

یا پھر اپنے اس لشکر میں شامل فرمائے

جو عشق دوراں سے حالات میں زبردست انقلاب پیدا کردے

اصل تو بس کفر اور برائی سے نفرت ہے

اللہ ہم سب کو اس سے محفوظ رکھے۔

سید ریاض حسین شاہ

حرف حرف روشنی

سید ریاض حسین شاہ قرآن مجید فرقان حمید کی تفسیر "تبصرۃ" کے عنوان سے تحریر کر رہے ہیں۔ ان کا اسلوب نگارش منفرد اور دیگر مفسرین سے مختلف بھی ہے اور دلچسپ بھی۔ انداز بیان سادہ اور دلکش ہے جس میں رموز و معانی کا سمندر موجزن ہوتا ہے۔ ذیل میں ہم قارئین کی دلچسپی کے لیے سورۃ نصر کی تفسیر پیش کر رہے ہیں (ادارہ)

سید ریاض حسین شاہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝١ وَرَاَيْتَ
النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝٢
فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ اِنَّهٗ
كَانَ تَوَّابًا ۝٣

جب اللہ کی مدد اور فتح آن پہنچے (۱) اور آپ دیکھیں گے کہ لوگ اللہ کے دین میں گروہ در گروہ داخل ہو رہے ہیں (۲) تو آپ اپنے رب کی تعریف کے ساتھ تسبیح کریں اور اُس سے استغفار کریں بے شک وہ بڑا ہی رجوع رحمت فرمانے والا ہے (۳)

سورۃ التودیع یعنی خدا حافظ شہر رسول مدینۃ النور میں نازل ہوئی۔
سورت کا دوسرا نام نصر ہے اور اس میں تین آیات ہیں۔

مدینہ شریف میں حضور انور ﷺ کے مبارک دل پر نازل ہونے والی یہ عظیم سورت تحریک اسلام کے مکمل غلبے کا ایک روحانی اور انقلاب آفرین اعلان ہے۔ اس سورت کا نزول بلا شبہ ہر سو مسرتیں، خوشیاں اور کامیابیاں بکھیر دینے والا ہے۔

اسلامی دعوت کے منکرین برملا اس بات کا اظہار کرتے تھے کہ پیغمبر ﷺ نے اگر مکّہ فتح کر لیا تو یہ دین اسلام کی حقانیت کی دلیل ہوگی۔ سورہ نصر کے نزول نے کافرانہ فکر کی چولیں ہلا دیں اور نصرت الٰہیہ اور فتوحات کا وہ شہ باب کھول دیا کہ یہ سورت پڑھنے والا اچھی طرح محسوس کرنے لگا جیسے کامیابیاں ابرِ رحمت بن کر برس رہی ہیں، یہی وجہ ہے کہ اس سورت میں بیان نعمت اور ادائے شکر دونوں مضمون مساوی رواں دواں نظر آتے ہیں۔

اس سورت میں جو بات حیرت ناک اور دلچسپ ہے وہ یہ ہے کہ فتح کا نظارا کرنے والی ایک آنکھ نہیں تھی، لاکھوں نگاہیں تھیں جنہوں نے حجۃ الوداع کے منظر بھی دیکھے تھے۔ فتح مکّہ کا جلوہ تاریخ بھی ملاحظہ کیا تھا۔ رات دن کامیابیوں کے دیباچے بھی پڑھے تھے اور اطمینان اور راحت کے سکینے نازل ہوتے بھی روح میں سموئے تھے۔ سورۂ نصر ان تمام نظروں، نگاہوں اور مشاہدات کو ایک ہی آنکھ میں جذب کر دیتی ہے گویا تاریخ اُم القریٰ سے مدینہ تک دنیا ایک افق بن جاتی ہے اور تحریک اسلامی کے سامنے افکار وادیان کے ریزے تماشا گاہ بن جاتے ہیں اور رب کریم اپنے محبوب کو دعوت دیتا ہے کہ ایک وقت وہ تھا جب روشنی کی ایک لکیر بن کر ابھر رہا تھا، اب آپ یہ منظر بھی ملاحظہ فرمالیں آپ اس پر شکر ادا کریں۔

اس سورۂ عظیم کے نزول پر حضور ﷺ نے اسے اپنے اصحاب پر پیش فرمایا تو سب خوشیوں اور مسرتوں سے بھر گئے لیکن آپ ﷺ کے چچا محترم حضرت عباس رضی اللہ عنہ اس کو سن کر رونے لگے آپ نے فرمایا:

اے چچا آپ کے رونے کی وجہ کیا ہے؟

عرض کیا میرا گمان یہ ہے کہ اس سورۃ میں آپ کے رحلت کی خبر دی گئی ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

"بات یہی ہے جو آپ فرما رہے ہیں" (قرطبی، ترمذی، مجمع البیان)

سورۂ نصر کا معنوی منظر حضور ﷺ کے خاتم النبیّن ہونے کو ظاہر کرتا ہے، اس لئے کہ یہ ہر فتنہ کے دبنے کا الہامی اعلان ہے کہ دعوت حق اب مستقر ہو چکی ہے اور دین مکمل کر دیا گیا ہے۔

علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کی سب سے آخر میں نازل ہونے والی مکمل سورت سورۂ نصر ہی ہے۔ (قرطبی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

اس سورت کے نزول کے بعد حضور ﷺ اس دنیا میں صرف اسّی روز رہے بعض آیات البتہ تفرداً اس سورت کے بعد نازل ہوئیں مثلاً آیۂ کلالہ۔ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد حضور ﷺ دنیا میں صرف پچاس دن رہے آیۂ کلالہ کے بعد" لقد جاء کم رسول من انفسکم" نازل ہوئی جس کے بعد حضور ﷺ پینتیس دن رہے اس کے بعد آیت" اتقوا یوما ترجعون فیہ" نازل ہوئی جس کے نزول کے سات دن بعد حضور ﷺ کا وصال ہو گیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

سورۂ نصر کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے عبادت میں بہت زیادہ مجاہدہ فرمایا ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور ﷺ اٹھتے بیٹھتے تسبیح تحمید فرماتے تھے اور پھر سورۂ نصر بھی تلاوت فرماتے۔ (تفسیر ابن کثیر)

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۙ

جب اللہ کی مدد اور فتح آن پہنچے

سورۂ نصر میں بیان کردہ دعوات کا پہلا مرحلہ ہے جب اللہ کی مدد اور فتح آ پہنچی۔ آیت کا عمود تحریک اسلام کا نفوذ نہیں بلکہ اس عظیم، عمیق، مؤثر اور مستقر نفوذ کا سرچشمہ بتاتا ہے کہ اسلام کی پیشانی پر جو عظیم کامیابیوں کی چمک دکھائی دینے لگی ہے۔ جہالت کا ہر پرچم سرنگوں ہو چکا ہے، لات و منات کی تہذیب دم توڑ چکی ہے، صحراؤں کے پیٹ مسجدوں کی رونق جنم دے رہے ہیں، اخلاق بالخصوص خلق عظیم کی دہلیز پر آ کھڑی ہوئی ہے، تمدن کی تاریخ توحید کے زمزمے اگل رہی ہے۔ یہ سب کچھ کسی تنظیم یا اجتماع کی کوششوں سے ممکن نہیں ہوا ہے بلکہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی نصرت اور مدد سے ممکن ہوا ہے۔

آیت کا اسلوب اتنا دلچسپ ہے کہ نصرت اور فتح کو آنے سے تعبیر کیا یعنی اللہ کی مدد کوئی لنگڑی بے وقعت شئی نہیں اس نے جہاں آنا ہوتا ہے وہاں وہ آ پہنچتی ہے۔ اسے کوئی روک نہیں سکتا پھر نصرت کی اضافت اللہ کی طرف ہے اور یہ قرآن مجید میں مختلف اسالیب میں واقع ہوئی ہے لیکن ہر جگہ مدد کو خدا ہی کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ یہ اس امر کا روحانی اعلان ہے کہ نصرت و کامیابی ہر حالت میں اللہ ہی کی طرف سے ہوتی ہے۔

آیت کا تشخصاتی اعجاز جن عظیم لوگوں کے گرد اگرد گھومتا ہے ان کی شان اور تکریم کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ غلامی رسول میں جو لوگ جوق در جوق داخل ہو رہے تھے، وہ نبوی نگاہوں کا مرکز بنا کر قرآن مجید نے پیش کیے ہیں یہ بات سمجھدار آدمی ہی محسوس کر سکتا ہے۔

فتح سے مراد مفسرین نے یہ دو باتیں لی ہیں ایک تو وہ فیصلہ کن حالات کہ کوئی ملک اور قبیلہ مسلمانوں سے ٹکر لینے کے قابل نہ رہا اور دوسری فتح مکہ جمہور مفسرین نے دوسری ہی تفسیر اختیار کی ہے اور اس میں شک نہیں کہ فتح مکہ ہی سے شرک کا مرکز تباہ و برباد ہوا تھا اور مشرکین ہر طرح سے مایوس ہو چکے تھے بلاشبہ اس فتح میں ایسے روشن نشانات ظاہر ہوئے تھے جن کی معنویت قبائل و اقوام نے تسلیم کر لی تھی۔ اس واقعہ کا خلاصہ یہ ہے کہ صلح حدیبیہ کے بعد کفار نے مسلسل عہد شکنیاں کیں اور صلح نامہ کو ہر طرح سے نظر انداز کر دیا۔ حضور ﷺ کے بعض حلیفوں نے شکایت کی تو رسول نے ان کی مدد کا ارادہ کر لیا۔

دس رمضان المبارک کو ہجرت کے آٹھویں سال حضور ﷺ مدینے سے نکلے تو آپ کی معیت میں دس ہزار صحابہ موجود تھے۔ ابن اثیر لکھتا ہے سرفروشان اسلام جس راہ سے گذرتے مسلمان قبیلوں کے لوگ کوکبۂ نبوی کے آگے پیچھے ہو جاتے۔ ذی الحلیفہ کے مقام سے حضور ﷺ نے عباس کو بھی واپس اپنے ساتھ لے لیا اور یہ بھی فرمایا:

میں آخری نبی ہوں

اور

عباس آخری مہاجر

کاروانِ اسلام اب مرّ الظہر ان کی طرف بڑھ رہا تھا۔ ۲۰ رمضان کو آپ یہاں پہنچے۔ آج ہی کے دن وادی بطحا سے کفر کی بدلیوں نے چھٹنا تھا۔ مکہ اب صرف ایک منزل پر تھا۔ کارواں آگے بڑھا تو ابوسفیان کو حکم نبوی کی تعمیل میں ایک چٹان پر کھڑا کر دیا گیا۔ یہی وہ مقام تھا جہاں سے غلامانِ رسول نے گذرنا تھا۔ ابوسفیان نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو وادی کا سارا حصہ بندگانِ خدا سے بھرا پڑا تھا۔ حدِ نظر تک ایمان افروز نظارہ تھا۔ حضور ﷺ نے اسلامی لشکر کو چار حصوں میں بانٹا۔ حضرت زبیر ؓ نے مکہ کی مغربی جانب سے شہر میں داخل ہونا تھا۔ حضرت ابوعبیدہ ؓ لشکر کے سالار تھے۔ فوجوں کی تقسیم اور دستوں کی نگرانی حضور ﷺ خود فرما رہے تھے۔ معمولی جھڑپیں بھی ہوئیں لیکن آخر کار رسول اللہ ﷺ کوہ ہندی کے سامنے ایک خیمہ میں جلوہ افروز ہو گئے۔ یہیں قریب ہی حضرت ابوطالب اور خدیجۃ الکبریٰ کے مزار تھے۔ سوال یہ تھا کہ مکہ میں جب تک قیام ہو حضور ﷺ کہاں رہیں فیصلہ ہوا کہ خیف ہی کے مقام پر آپ قیام فرمائیں۔ یہی جگہ شعب ابی طالب کہلاتی تھی جہاں آپ نظر بند ہوئے تھے، وہیں آپ نے اسلامی فتح کا پرچم بلند کیا۔ ظہر کے وقت آپ نے قصویٰ اونٹنی پر سوار ہو کر طواف کعبہ کی منصوبہ بندی کی۔ وہ لمحہ آ پہنچا آوازِ تکبیر بلند ہوئی آپ سواری سے نیچے اترے اور بتوں کو توڑنے کے لیے کعبہ کے قریب ہوئے۔ علی کا مقدر، حکم ملا کہ آپ کے دوش مبارک پر پاؤں رکھ کر اوپر چڑھیں اور بت شکنی کا فریضہ سرانجام دیں۔ فتح مکہ کی شاندار مسرتوں میں آپ نے اپنا دست مبارک خانہ کعبہ کے دروازے کے حلقہ میں ڈالا اور اہل مکہ کو مخاطب فرمایا:

اب بتلاؤ

تمہارا کیا خیال ہے۔۔۔؟

تم کیا سوچتے ہو

میں تمہارے بارے میں کیا حکم دوں گا

"سب گویا ہوئے"

"ہم آپ سے نیکی اور بھلائی کے سوا کوئی توقع نہیں رکھتے

آپ کریم ابن کریم ہیں ہمیں معاف کر دیجیے"۔

حضور ﷺ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں اور لوگ بھی رونے لگے

آپ نے فرمایا:

آج میں وہی بات کہتا ہوں جو میرے بھائی یوسف نے کی تھی
تمہارے اوپر کوئی گرفت اور ملامت نہیں
اللہ تمہیں بخش دے گا وہ ارحم الراحمین ہے
آپ نے سب کو معاف فرمایا
اور فرمایا:
تم سب آزاد ہو جہاں چاہو جا سکتے ہو۔
آج مصطفےٰ کریم کی آمد نے کعبہ کی تاریخ کا نیا اور تازہ ورق الٹ دیا۔

از جمال تو کعبہ شد قبلہ
قبل ازیں ورنہ بود بتخانہ

فتح سے مراد ممکن ہے دین اسلام کے دروازے کھل جانا مراد ہو، ظاہر ہے یہ سلسلہ فتح مکہ سے شروع ہوا۔ اس میں زور 9۔ ہجری میں آیا۔ اس سال کا نام ہی سال وفود ہے۔ عرب کے گوشے گوشے سے لوگ حاضر ہوتے گئے تا کہ حضور ﷺ کی بیعت سے مشرف ہوں۔ اس طرح پورا عرب اسلام کے زیر نگین آ گیا۔ یہی روحانی نعمت سورہ نصر کا تفسیری عمود ہے۔

وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا

اور آپ دیکھیں گے کہ لوگ اللہ کے دین میں گروہ در گروہ داخل ہو رہے ہیں۔

یہ آیہ کریمہ وہ ہے جس میں اسلام کے اثر و نفوذ اور توسیع اور وسعت کی بات کی گئی ہے۔ یہ تیسرا مرحلہ ہے۔ پہلا مرحلہ نصرت الٰہیہ ہے۔ دوسرا فتح و کامرانی اور تیسرا مرحلہ اسلام میں لوگوں کا جوق در جوق داخل ہونا ہے۔ ان تینوں مراحل میں ایک منطقی اور روحانی ترتیب موجود ہے۔ نصرت الٰہی ہی ہر قسم کی فتح کا اصل سرچشمہ ہے، یہ نہ ہو تو فتح و کامیابی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا اور فتح اور کامیابی ہی لوگوں کے لیے اطمینان روحی کا بندوبست کرتی ہے۔ اطمینان ذہن اور امن معاشرت لوگوں کو دین قبول کرنے میں مددگار ہوتے ہیں۔ سورہ نصر کی دو آیتوں میں ان تین باتوں کو نہایت خوبصورتی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اگر آج بھی اللہ رب العلمین اپنے کرم سے مسلمانوں کو یہ تین انعامات عطا فرما دے اور تاریخ مکہ اپنی تمام تر رحمتوں کے ساتھ مسلمانوں میں پلٹا دی جائے تو ہمارا آج ہمارے کل کے مشابہ ہو جائے۔ ان آیتوں میں یہ نصیحت بھی موجود ہے کہ تحریک اسلام کے نفوذ کے لیے کوشاں داعیین کو اپنی عاجزی اور کوشش دونوں سے نصرت الٰہیہ کا سراغ لگاتے رہنا چاہیے اس سے فتح اور تسخیر ہر دو انعام ممکن ہوتے ہیں۔ واللہ اعلم

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ

تو آپ اپنے رب کی تعریف کے ساتھ تسبیح کریں اور اس سے استغفار کریں

اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح فرمایئے اور طلب مغفرت کیجیے قرآن حکیم میں یہ اسلوب آپ عام پائیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ربوبیت کی اضافت حضور ﷺ کی طرف فرمائی ہے۔ خصوصاً قرآن حکیم کی آخری سورتیں اس سرور آفرین لہجے سے لبریز ہیں۔ آیت میں دو حکم موجود ہیں، ایک حمد کرنا یعنی تعریف کرنا اور دوسرا طلب مغفرت کرنا۔ پہلا حکم مسلمان روحوں کو تربیت کا نور دیتا ہے کہ جب بھی فتوحات کے دریچے وا ہوں تو اللہ کا شکر ادا کرو اور تسبیح سے مراد اللہ تعالیٰ کو ہر لحاظ سے پاک اور منزہ جانو، تسبیح میں اللہ تعالیٰ کی تمام طاقتوں اور قوتوں کا اعتراف بھی موجود ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرنا، اسے ہر لحاظ سے پاک جاننا، اس سے طلب مغفرت کرنا، خود بخود یہ معانی القا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی کی جائے۔ اس کے سامنے اپنی ہر کوشش کو چھوٹا جانا جائے۔ جب کوئی اچھا کام ہوا ہے اللہ تعالیٰ کے فضل کا نتیجہ سمجھنا چاہیے۔ دل میں یہ خیال تک نہ وارد ہو کہ ہماری کوئی کوشش اس قابل ہے کہ وہ خود ہی بارآور ثابت ہو بلکہ ہر اچھے کام کو اللہ تعالیٰ کی نصرت اور مدد ہی سے ممکن ہونے کا عقیدہ رکھا جائے آیت ان سوچوں کو مومنانہ زندگی کا حصہ قرار دیتی ہے۔

''واستغفرہ'' میں حضور ﷺ کو اللہ نے طلب مغفرت کا جو حکم دیا وہ محض اس لئے تھا تا کہ آپ کی اُمت کے لئے استغفار ان کے نبی کی سنت بن جائے اور ہر شخص اللہ سے معافی مانگنے میں لطف محسوس کرے۔ علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں کہ یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ اپنی امت کے گناہوں کے لیے اللہ سے طلب مغفرت فرمایئے۔ اس مفہوم کی تائید علامہ قرطبی نے بھی اپنی تفسیر میں فرمائی۔ (الاحکام تفسیر قرطبی)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی ایک عبارت کا حضرت پیر کرم شاہ الازہری نے بڑا خوبصورت ترجمہ فرمایا ہے:

''جب عارف ایسے مرتبہ پر فائز ہوتا ہے جہاں وہ دوسروں کو باکمال بنا سکتا ہے تو اس کے مریدوں میں ہر قسم کے لوگ شامل ہو جاتے ہیں جس کی صلاحیتوں اور استعدادوں میں بہت تفاوت ہوتا ہے کوئی بالکل ناقص اور کوئی کامل مکمل۔ اس وقت عارف کے لیے ضروری ہے کہ وہ اللہ سے مغفرت طلب کرے تاکہ اس کے ناقص مرید بھی مرتبہ کمال پر فائز ہو جائیں اور عارف کی اس دعائے مغفرت کے باعث جبلی استعداد میں جو خامی تھی وہ پوری ہو جائے''۔ (تفسیر عزیزی، ضیاء القرآن)

تسبیح تحمید اور استغفار تین ایسے معمولات ہیں جن سے اللہ تعالیٰ سالک اور طالب کے دل میں ایک خاص قسم کا استحکام پیدا فرماتا ہے اور دل، نفس، بدن اور روح میں لطافت گھول دی جاتی ہے۔ بہت سی نادیدہ چیزیں بھی دیدہ محسوس ہونے لگ جاتی ہیں۔ اس باب میں اکمل ترین ہستی حضور ﷺ کی ہے اور آپ کے حوالے سے بھی اس سورت کی تفسیر میں بعض باتیں مفسرین نے نقل کیں جو علم باطنی کی موثر برہان ہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ ؓ ایک دن بے ساختہ رونے لگ گئے۔ آپ سے پوچھا گیا آپ کے گریہ فرمانے کی وجہ کیا ہے۔ فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا:

دخل الناس فی دین اللہ افواجاً
وسیخرجون منھا افواجا

(روح البیان: اسماعیل حقی)

لوگ دین میں فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں
ایسے ہی وہ دین سے گروہ در گروہ خارج ہو جائیں گے۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ فتح مکہ کے وقت اللہ کے اس کرم پر سبحان اللہ کہنے کی حکمت کیا ہو سکتی ہے؟

ابن الشیخ نے اس کا بڑا خوبصورت جواب دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کسی عجیب چیز کو دیکھ کر انسان جب یہ خیال کرتا ہے کہ یہ عجوبہ اپنی کوئی دوسری مثال نہیں رکھتا اور پھر دوبارہ اس کا وقوع ممکن نہیں شاید پھر ایسا دوبارہ نہ ہو سکے تو وہ سبحان اللہ کہتا ہے کہ اللہ تو اس کمی سے پاک ہے کہ کوئی کام دوبارہ یا سہ بارہ نہ کر سکے۔ عظیم کامیابیوں میں سبحان اللہ کہنا دراصل اس کے قادر مطلق ہونے کا والہانہ اعلان ہے۔ فتح مکہ پر اپنے محبوب سے یہ فرمانا کہ اپنے رب کی تعریف کے ساتھ تسبیح فرمائیے اس حقیقت کا اعتراف محبوب کی زبان پر جاری کرنا تھا کہ رب عظیم

تو چاہے تو مکہ کو ابرہہ سے بچالے
اور تو چاہے تو مکہ کے حرم
کی تفویض اپنے محبوب کو کردے
تیری طاقت میں ہی کسی جہت سے بھی
کمی نہیں سبحان تیری قدرت (روح البیان، کشاف علی الکشاف، مواہب الرحمٰن وغیرہ)

إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا ۝

بے شک وہ بڑا ہی رجوع رحمت فرمانے والا ہے

یہ جملہ سورہ نصر کا بیانِ منتہی ہے یعنی اللہ تعالیٰ بہت زیادہ توبہ قبول فرمانے والا ہے۔ جب سے اس نے انسان کو پیدا کیا، احکام کا مکلف بنایا اس وقت سے وہ طلبِ مغفرت کرنے والوں کی توبہ قبول کرنے والا ہے۔

کوئی اسے آواز دے، استغاثہ کرے، نادم ہو کر در رحمت پر دستک دے، گرے پھر اٹھے پھر اس کے دروازے کی طرف بڑھے، اللہ ہر بار رجوع رحمت فرماتا ہے تواب ہونے کا مفہوم تو یہی ہے۔

ایک حدیث شریف میں پڑھا:

پرانے زمانے میں ایک شخص بڑا گناہ گار تھا۔ اللہ نے اسے نیکی کی توفیق دی تو ایک عبادت گذار راہب کے پاس گیا اور کہا میں نے ننانوے قتل کیے ہیں کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے۔ اس نے کہا نہیں تو اس نے راہب کو قتل کر دیا پھر وہ ایک دوسرے زاہد کے پاس گیا اور اس سے کہا میں نے سو قتل کیے ہیں، کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے، کہا کیوں نہیں؟ تو فلاں گاؤں کی طرف چلا جا وہاں کے لوگ اللہ والے ہیں ان کی صحبت میں رہ توبہ اور عبادت میں لگ جا اللہ تجھے بخش

دے گا۔ وہ خوشی خوشی اس بستی کی طرف روانہ ہوا اور راستے ہی میں مر گیا، تو دوزخ والے فرشتوں نے کہا ہم اسے دوزخ میں لے جائیں گے اور جنت والے فرشتوں نے کہا ہم اسے جنت میں لے جائیں گے۔ فیصلہ ہوا دیکھو یہ اپنے گاؤں سے قریب مرا ہے یا اللہ والوں کے گاؤں سے قریب فوت ہوا ہے۔ پہلی صورت میں یہ دوزخ کا مستحق ہوگا اور اگر یہ نیک لوگوں کے گاؤں سے قریب فوت ہوا ہے تو جنت والے اس کے حقدار ہوں گے۔ چنانچہ زمین ناپی گئی تو وہ نیکوں کی بستی سے قریب نکلا۔ لہذا جنت کے فرشتے اسے جنت میں لے گئے۔

جب وہ گناہوں میں آلودہ لوگوں کی استغفار پر جنت بانٹتا ہے تو نیک لوگ جب دست بہ دعا ہوتے ہیں تو اللہ انہیں کیا کیا نہ عطا فرماتا ہوگا۔

سورہ نصر کی تعلیم تسبیح، تحمید اور استغفار پر زور دیتی ہے۔ فلاح اور کامیابی کی یہ رحمت مآب کنجیاں ہیں

نہ ہوتا گر تیری رحمت کا سایہ ہم کہاں جاتے؟

اے میرے اللہ۔۔۔!

نہ طاقت ہے کہ تیری معرفت کی حقیقت پا سکوں

نہ زباں ہی صاف ہے کہ تیری حمد کا حق ادا کر سکوں

نہ دریائے جلال کی گہرائی کا اندازہ

نہ بحرِ کبریائی کی حدِ بے حد سے آگاہی

تیری مدح کیسے کروں۔۔۔؟

تیری ثنا کیسے کہوں۔۔۔؟

تیری تسبیح میں لب وا ہوں تو کیسے؟

کون جانے تو کتنا بڑا ہے

کتنا جتنا بھی تو علامتِ جہل ہے

میں بے بس ہوں

بے بس اور بے کس، کس دماورئی از عقل

کی تعریف کیسے کرے

مہربانی فرما تو تو تواب ہے

رحمتوں کو میری کٹیا پر بھی برسا دے

تیری مدد کے ہم بھی محتاج ہیں

طلب مغفرت کرتے ہیں

تیری حمد کرتے ہیں

ہر آن ہر لحظہ

سبحان اللّٰہ سبحان اللّٰہ

اول تو ہی

آخر تو ہی

بس ہمہ تو ہی

باقی ہوس

سبحان اللّٰہ وبحمدہٖ سبحان اللّٰہ العظیم

وصل اللّٰہ علی نبیہٖ وآل نبیہ الکریم

واصحابہ اجمعین

☆☆☆

حرمت مسلم کی اہمیت

مفتی محمد صدیق ہزاروی

عن عبد الرحمٰن بن ابی بکرۃ عن ابیہ (رضی اللہ عنہما) ذکر النبی ﷺ قعد علی بعیرہ و امسک انسان بخطامہ او بزمامہ قال ای یوم ھذا مسکتنا حتیٰ ظننا انہ سیسمیہ سویٰ اسمہ قال الیس یوم النحر قلنا بلیٰ قال فای شھر ھذا فسکتنا حتیٰ ظننا انہ سیسمیہ بغیر اسمہ قال الیس بذی الحجۃ قلنا بلیٰ قال فان دماء کم و اموالکم واعراضکم بینکم حرام کحرمۃ یومکم ھذا فی شھر کم ھذا فی بلدکم ھذا یبلغ الشاھد الغائب فان الشاھد عسیٰ ان یبلغ من ھو اوعیٰ لہ (صحیح البخاری، کتاب العلم، باب قول النبی ﷺ مبلغ اوعیٰ من سامع)

حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرہ رضی اللہ عنہما اپنے والد (حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کا ذکر کیا کہ آپ اپنے اونٹ پر تشریف فرما تھے اور ایک شخص نے اس کی لگام پکڑی ہوئی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا آج کون سا دن ہے (راوی کہتے ہیں) ہم خاموش رہے حتیٰ کہ ہم نے خیال کیا آپ اس کے (موجودہ) نام کے علاوہ کوئی نام رکھیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا یہ یوم نحر (قربانی کا دن) نہیں ہے؟ ہم نے عرض کیا جی ہاں (قربانی کا دن ہے) آپ نے پوچھا یہ کون سا مہینہ ہے؟ ہم خاموش رہے حتیٰ کہ ہم نے خیال کیا کہ آپ اس کے (موجودہ) نام کے علاوہ کوئی نام رکھیں گے۔ آپ نے فرمایا کیا یہ ذوالحجہ نہیں ہے؟ ہم نے عرض کیا ہاں کیوں نہیں (یارسول اللہ) آپ نے فرمایا: بے شک تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری عزتیں تمہارے درمیان اسی طرح حرام ہیں جس طرح تمہارے اس دن کی عزت تمہارے اس مہینے میں اور تمہارے اس شہر (مکہ مکرمہ) میں ہے۔ (یہاں) موجود ہر شخص کو چاہیئے کہ جو موجود نہیں اس تک یہ بات پہنچا دے۔ ہوسکتا ہے (اس جگہ) موجود شخص اس شخص تک پہنچائے جو اس سے زیادہ یاد رکھنے والا ہو۔

رسول اکرم دس ذوالحجہ کو جمرات (جن ستونوں کو شیطان کی علامت قرار دے کر کنکریاں ماری جاتی ہیں ان کو جمرات کہا جاتا ہے۔ یہ تین ستون ہیں ایک کو جمرہ کہتے ہیں) کے پاس صحابہ کرام اور تمام حجاج کرام کو خطبہ ارشاد فرما رہے تھے اور آپ ﷺ اپنے اونٹ پر سوار تھے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک شخص نے اونٹ کی لگام پکڑ رکھی تھی۔ راوی کو شک ہے کہ انہوں نے لفظ خطام فرمایا یا لفظ زمام ذکر کیا اس لئے راوی نے نہایت دیانتداری کے شک کے ساتھ دونوں لفظوں کو ذکر فرمایا۔ دونوں کا معنیٰ لگام ہے۔

لگام پکڑنے کا مقصد یہ تھا کہ اونٹ اپنی جگہ ٹھہرا رہے اور حرکت نہ کرے لگام پکڑنے والی شخصیت کے بارے میں متعدد روایات کی بنیاد پر مختلف نام ذکر کئے گئے لیکن امام حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ لکن الصواب انہ ھما ابو بکرہ (فتح الباری جلد اول ص ۲۱۰) لیکن درست بات یہ ہے کہ یہاں حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ مراد ہیں یعنی اس حدیث کے راوی حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے لگام پکڑ رکھی تھی لیکن انہوں نے اپنا ذکر کرنا مناسب نہ سمجھا۔

رسول اکرم ﷺ نے صحابہ کرام سے اس دن اور اس مہینے کے بارے میں پوچھا کہ یہ کون سا دن ہے اور کون سا مہینہ ہے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا رسول اکرم ﷺ اس بات سے آگاہ نہ تھے کہ یہ یوم النحر (قربانی کا دن) ہے اور ذوالحجہ کا مہینہ ہے۔ یقیناً آپ آگاہ تھے اس کے باوجود آپ کا پوچھنا یقیناً کسی حکمت پر مبنی تھا، عدم علم کی وجہ سے نہیں۔ لہٰذا جن احادیث مبارکہ میں آتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے صحابہ کرام سے فلاں فلاں سوال کیا تو اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے عدم علم کی دلیل ہے اور آپ کو غیب کی باتوں کا علم نہیں تھا، جہالت پر مبنی سوچ ہے۔ رسول اکرم ﷺ کا سوال حکمت کی بنیاد پر ہوتا تھا اور یہاں بھی ایک اہم مقصد پیش نظر تھا جس کے بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں چونکہ اہل عرب کے نزدیک یوم نحر، ذوالحجہ اور مکہ مکرمہ (بعض روایات میں اس کے بارے میں بھی سوال فرمایا کہ یہ کون سا شہر ہے) یہ تینوں قابل احترام تھے رسول اکرم ﷺ نے چونکہ تین چیزوں کی طرف متوجہ کرنا تھا اس لئے ان تینوں کے بارے میں سوال کیا تا کہ صحابہ کرام پوری طرح متوجہ ہوں اور وہ اپنے دل ودماغ سے حاضر ہوکر رسول اکرم ﷺ کی بات کو توجہ سے سنیں۔ (حوالہ مذکورہ بالا)

اسی لئے رسول اکرم ﷺ نے خود بتایا کہ یہ قربانی کا دن ہے اور ذوالحجہ کا مہینہ ہے۔

لفظ "بلیٰ" جواب کے لئے استعمال ہوتا ہے جس طرح لفظ "نعم" جواب کے لئے استعمال کیا جاتا ہے البتہ دونوں میں فرق یہ ہے کہ سوال کے مطابق جواب کے لئے "نعم" استعمال ہوتا ہے۔ سوال اثبات میں ہو تو جواب بھی اثبات کے ساتھ ہوگا اور اگر سوال نفی کے ساتھ ہو تو جواب میں بھی نفی ہوگی۔

لیکن لفظ "بلیٰ" کے ساتھ جواب اثبات کے لئے ہوتا ہے اگرچہ سوال نفی کے ساتھ ہو۔ جیسے آپ نے فرمایا "الیس ھذا یوم النحر" کیا یہ یوم نحر نہیں (سوال میں نفی ہے) صحابہ کرام نے جواب دیا "بلیٰ" ہاں کیوں نہیں (یعنی یوم نحر ہے) تو جواب اثبات کے ساتھ ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام اور آنے والے سب لوگوں کو بتایا کہ دوسرے مسلمان کے جان، مال اور عزت کا خیال رکھنا تمہاری ذمہ داری

ہے اور ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کی جان، مال اور عزت کا تحفظ لازم ہے جب کہ دوسرے مسلمان کا خون بہانا، اس کا مال لوٹنا اور اس کی عزت دری کرنا حرام ہے۔

ایک دوسری حدیث میں فرمایا:

كل المسلم على المسلم حرام دمه وماله وعرضه (مشکوٰۃ شریف ص ۴۲۲)

''ہر مسلمان کا خون، اس کا مال اور اس کی عزت (کی بے حرمتی) دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔''

رسول اکرم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی کس قدر جامع ہے کہ اس میں تینوں بنیادی باتوں کو ذکر کر دیا:

اہل عرب دنوں، مہینوں اور مقامات کو مقدس سمجھتے تھے۔ ذوالحجہ ان چار مہینوں میں شامل تھا جن کو عزت والے مہینے کہا جاتا تھا یعنی رجب، ذی قعدہ، ذی الحجہ اور محرم کا مہینہ۔ رسول اکرم ﷺ یہ بات جانتے تھے کہ یہ لوگ دنوں اور مقامات کی عزت و احترام کرنے کے باوجود انسانی خون کو اہمیت نہیں دیتے۔ دوسروں کے مال کی لوٹ مار اور سرقہ (چوری) ان کے نزدیک کوئی جرم نہیں۔ عزتوں پر حملہ اور عزت دری ان کے ہاں گناہ نہیں اس لئے آپ نے بتایا کہ دوسرے مسلمانوں کے خون، مال اور عزت کی حفاظت اور احترام نہایت ضروری ہے بلکہ اس شہر، مہینے (ذوالحجہ) اور یوم نحر سے زیادہ ان تینوں کی حرمت کی اہمیت ہے۔

دین کی تبلیغ و اشاعت کس قدر ضروری ہے اس حدیث شریف میں اس کا احساس بھی دلایا گیا اور بتایا گیا کہ بعض لوگ بہت ذہین، سمجھدار اور قوت حافظہ کے مالک ہوتے ہیں۔ اس لئے جب کوئی بات ان تک پہنچائی جائے تو نہ صرف یہ کہ وہ محفوظ ہو جاتی ہے اس سے کئی مسائل ثابت کئے جاسکتے ہیں کیونکہ جس شخص تک وہ بات پہنچائی گئی وہ اجتہادی صلاحیتوں کا مالک ہے۔

اس حدیث شریف میں یہ بات بھی ذکر کی گئی کہ رسول اکرم ﷺ کے پوچھنے پر صحابہ کرام نے خاموشی اختیار کی راوی فرماتے ہیں ہمارا خیال تھا کہ شاید رسول اکرم ﷺ اس دن یا مہینے کا کوئی دوسرا نام رکھیں گے اس لئے وہ خاموش رہے اور چونکہ ان کو یہ بھی معلوم تھا کہ رسول اکرم ﷺ کسی حکمت کے تحت پوچھ رہے ہیں ورنہ آپ کو پوچھنے کی کیا ضرورت تھی اس لئے ہمیں خاموش رہنا چاہئے۔ یا اس کا علم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے سپرد کر دینا چاہئے تا کہ معلوم ہو سکے کہ رسول اکرم ﷺ کا مقصد کیا ہے۔

امام حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں اس حدیث سے کئی باتیں ثابت ہوتی ہیں۔

(۱) علم کی تبلیغ کی ترغیب

(۲) اہلیت کے حصول سے پہلے بھی کوئی علمی بات دوسرے تک پہنچائی جاسکتی ہے۔

(۳) کوئی بات دوسرے آدمی تک پہنچانے کے لئے اس کو سمجھنا شرط نہیں۔

(۴) آخری زمانے میں ایسے لوگ بھی آئیں گے جو پہلے لوگوں سے زیادہ سمجھدار ہوں گے لیکن وہ بہت کم ہوں گے۔

(۵) اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ضرورت کے وقت جانور کی پیٹھ پر بیٹھ کر گفتگو کرنا جائز ہے جس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا کہ جانور کی پیٹھ کو منبر بنایا جائے وہ ضرورت کے بغیر بیٹھنا ہے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کوئی ایک شخص سواری پر ہوتا ہے اور وہ اس پر بیٹھے بیٹھے دوسرے شخص سے طویل دورانیہ کی گفتگو کرتا ہے اور اس طرح وہ جانور کو تکلیف پہنچاتا ہے حالانکہ اسے چاہئے کہ وہ اتر کر جتنی دیر چاہے گفتگو کرے، گویا سواری منبر نہیں بلکہ ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کے لئے ایک ذریعہ ہے۔

(۶) اس حدیث میں یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ خطبہ یا خطاب بلند مقام پر ہونا چاہیے تا کہ اس کا ابلاغ زیادہ ہو نیز خطیب کو دیکھنے سے سامعین کے لئے بات کو سمجھنا آسان ہوتا ہے اور اس صورت میں یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

اس حدیث شریف میں ان احباب کے لئے خصوصی راہنمائی موجود ہے اور ان کے ذہنوں کو جھنجوڑا گیا ہے جو علم حاصل کر کے اسے دوسروں تک پہنچانے کی بجائے اس پر سانپ بن کر بیٹھ جاتے ہیں اور طرح طرح کے حیلے بہانوں سے علمی پیاس بجھانے والوں کو ٹال دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں رسول اللہ ﷺ کے ارشادات مبارکہ پر عمل کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

☆☆☆

فضائل مکہ مکرمہ کعبہ معظمہ
ابوالنصر علامہ پیر منظور احمد شاہ فریدی

مسند احمد بن حنبل میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یوم فتح مکہ ان ھذا البلد حرام حرم اللّٰہ یوم خلق السموات والارض فھو حرام بحرمۃ اللّٰہ الیٰ یوم القیمۃ۔ (شفا ص:۲۰، ج:۱)

حضور سید عالم ﷺ نے فتح مکہ کے دن ارشاد فرمایا: زمین وآسمان کی تخلیق کے دن سے ہی یہ شہر حرمت والا ہے۔ قیامت تک ان کی حرمت باقی ہے۔

دوسری روایت میں ہے حضور سیّد عالم ﷺ نے فرمایا:

اس کا کانٹا نہ توڑا جائے، گھاس نہ کاٹی جائے، شکار نہ بھگایا جائے۔

وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وعلیٰ آلہ وسلم

حضور علیہ السلام کا محبوب خطہ:

عبداللہ بن عدی ابن الحمراء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں انہوں نے حضور ﷺ کو اس وقت فرماتے سنا جب آپ ہجرت کے لیے مکہ مکرمہ سے روانہ ہوئے: واللّٰہ انک لخیر ارض اللّٰہ واحب ارض اللّٰہ ولولا انی اخرجت منک ماخرجت۔ اے زمین مکہ اللہ کی قسم تو اللہ کی بہتر زمین ہے اور مجھے بہت محبوب ہے اگر مجھے نکالا نہ جاتا تو میں کبھی نہ نکلتا (شفا ص:۴۰، ج:۱، مشکوٰۃ ص:۲۳۸، ابن ماجہ ص:۲۲۴)

وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وعلیٰ آلہ وسلم

حرم مکہ میں موت آسمان پر موت ہے:

سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا:

من مات بمکۃ فانما مات فی السماء الدنیا (شفاء:۸۵، ج:۱)

جو شخص مکہ میں فوت ہوا گویا آسمان اول پر اسے موت آئی۔

وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وعلیٰ آلہ وسلم

حرم مکہ کی موت امن کی ضمانت ہے:

محمد بن قیس بن مخرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

من مات بمکۃ او فی طریق مکۃ بعث من الامنین (شفاء الغرام:۸۵، ج:۱، العقد الثمین:۲۵، ج:۱)

جسے سرزمین مکہ یا مکہ مکرمہ جاتے راستے میں موت آئی وہ شخص قیامت کے دن امن والوں میں ہوگا۔

وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وعلیٰ آلہ وسلم

حرمین کی موت عذاب سے نجات ہے:

سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ﷺ نے فرمایا:

من مات باحد الحرمین بعثہ اللّٰہ تعالیٰ من الامنین یوم القیمۃ

جو شخص (ایمان کے ساتھ) مدینہ منورہ یا مکہ مکرمہ میں فوت ہوگیا، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ جل مجدہ اسے نجات یافتہ لوگوں سے اٹھائے گا۔

وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وعلیٰ آلہ وسلم

مکہ کے باسی خدا کے پڑوسی ہیں:

حضور سید عالم ﷺ نے اللہ تعالیٰ جل مجدہ سے عرض کی یا اللہ جنت البقیع (مدینہ منورہ کا قبرستان) میں مدفون لوگوں کو کیا اجر ملے گا۔ جواب دیا گیا جنت، پھر عرض کی یا اللہ جنت المعلیٰ (مکہ شریف کے قبرستان) کے مدفونین کو کیا ملے گا، تو جواب دیا گیا محبوب تو نے اپنے پڑوسیوں کے متعلق سوال کیا تجھے جواب دے دیا گیا میرے پڑوسیوں کے متعلق مجھ سے سوال نہ کر۔

وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وعلیٰ آلہ وسلم

حرم کعبہ کی توہین ہلاکت ہے:

لاتزال ھذہ الامۃ بخیر ماعظموا ھذہ الحرمۃ حق تعظیمھا فاذا ضیعوا ذالک ھلکوا۔ (ابن ماجہ، مشکوٰۃ شریف ص:۲۳۸)

میری امت اس وقت تک خیر وبرکت سے رہے گی جب تک حرم کعبہ کا احترام کرتی رہے گی، جب احترام کرنا چھوڑ دے گی تو برباد ہوگی۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وعلیٰ آلہ وسلم

مکہ مکرمہ:

اگرچہ برائے نام اہل شام اور پھر بغداد کے خلفاء عباسی کے زیر اثر رہا۔ ۱۲۶۹ء میں مصری سلاطین کے زیر اثر رہا۔ ۱۵۱۷ء میں اس پر ترکان عثمانی کا قبضہ ہوا جن کا دار السلطنت قسطنطنیہ (استنبول) اس کے حکمران شریف تھے جو حضور علیہ السلام کی آل سے تھے۔ پہلی جنگ عظیم کے بعد ترکی سلطنت کے زوال کے بعد شریف مکہ اور ۱۹۲۵ء میں ابن سعود مکہ میں داخل ہوا اور اس کو مملکت سعودیہ کا حصہ قرار دیا۔ یہ شہر مقدس ۹۰۹ فٹ سطح سمندر سے بلندی پر وادی ابراہیم میں واقع ہے۔ متعدد پہاڑوں میں گھرا ہوا شہر ہے۔ جبل ابوقبیس جس کی بلندی ۱۲۲۰ فٹ ہے جبل قیقعان جو ۱۴۰۱ فٹ اونچا ہے۔ جبل حرا شمال میں واقع ہے جس کی بلندی ۲۰۸۰ فٹ ہے اسی میں غار حرا ہے جنوب میں جبل ثور واقع ہے جو ۲۴۹۰ فٹ اونچا ہے اسی میں غار ثور واقع ہے اسی وجہ سے جبل ثور مشہور ہے۔ انسائیکلوپیڈیا برٹینکا ۱۹۷۹ء (موضوع مکہ)

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وعلیٰ آلہ وسلم

مکہ میں مسلح چلنا ممنوع ہے:

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے حضور علیہ السّلام کو یہ فرماتے سنا ہے: لایحل لاحد ان یحمل السّلاح بمکۃ کسی کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ ہتھیار لگائے مکہ مکرمہ میں چلے کہ مسلح ہونے سے ایک قسم کا جذبہ خودی پیدا ہوتا ہے اور سرزمین حرم میں عجز و انکساری ہی زیب دیتی ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وعلیٰ آلہ وسلم

حرم مکہ کی قسم:

قرآن مقدس فرماتا ہے خلاق کائنات جل مجدہ نے اس شہر کی قسم اٹھائی ہے لا اقسم بھذا البلد وانت حل بھذ البلد مجھے شہر مکہ کی قسم ہے کہ محبوب تو اس میں رہتا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وعلیٰ آلہ وسلم

مکہ کس قدر پیارا شہر ہے:

سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، حضور ﷺ نے مکہ سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا:

مااطیبک من بلد واحبک الیّ (مشکوۃ شریف کتاب الشفاء)

اے سرزمین مکہ تو کس قدر پیارا شہر ہے اور مجھے کس قدر محبوب ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وعلیٰ آلہ وسلم

کعبۂ انور سب سے پہلا گھر ہے:

پوری کائنات میں سب سے پہلا گھر ہونے کا شرف کعبۂ انور کو حاصل ہے۔ تخلیق آدم علیہ السّلام سے قبل دو ہزار فرشتوں نے اس کی تعمیر کی۔ قرآن مقدس ارشاد فرماتا ہے:

ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکا و ھدی للعالمین

اس آیہ کریمہ سے واضح ہو رہا ہے:۔

(۱) سب سے پہلا گھر کعبہ ہے۔

(۲) کعبہ تمام انسانوں کا مرکز ہے۔

(۳) کعبہ انور برکت والا ہے۔

(۴) کعبہ تمام جہان والوں کے لیے ہدایت ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وعلیٰ آلہ وسلم

کعبہ شریف امن کی جگہ ہے:

قرآن مقدس ارشاد فرماتا ہے:

و اذ جعلنا البیت مثابۃ للناس و امنا

ہم نے بیت اللہ شریف کو لوگوں کے لیے مرجع عبادت اور امن کی جگہ بنایا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وعلیٰ آلہ وسلم

کعبہ شریف سے بقاء عالم ہے:

اس کائنات کے قیام وجود کا باعث کعبہ شریف ہے۔ قرآن مقدس ارشاد فرماتا ہے۔

جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام قیاما للناس

اللہ تعالیٰ نے کعبہ شریف کو، جو احترام کا مقام ہے لوگوں کے قائم رہنے کا سبب قرار دیا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وعلیٰ آلہ وسلم

کعبۂ اطہر میں آیات بینات:

یوں تو ساری کائنات کے اندر ہی نشانات قدرت پائے جاتے ہیں اور ہر شے اس کی ذات بابرکات پر دلالت کرتی ہے۔

وفی کل شی لہ آیہ تدل علی انہ واحد

ہر شے میں نشانات ہیں۔ جو اس کی وحدانیت پر دلالت کرتے ہیں مگر بیت اللہ شریف کے اندر نشانات کا ہونا مخصوص ہے۔ قرآن مقدس فرماتا ہے:

فیہ آیات مبینٰت مقام ابراھیم

اس میں کھلی ہوئی نشانیاں موجود ہیں جن میں سے ایک مقام ابراہیم کا وجود ہی ہے۔ مقام ابراہیم وہ مقدس پتھر ہے جس پر جناب ابراہیم علیہ السلام کے مبارک قدموں کے نشانات ہیں۔ اس کی اہمیت دوسری آیہ مبارکہ سے بھی ثابت ہے۔

والتخذو من مقام ابراھیم مصلیٰ

طواف کے بعد مقام ابراہیم کے قریب نماز پڑھو۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وعلیٰ آلہ وسلم

روزانہ ۱۲۰ رحمتوں کا نزول:

حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا:

ان اللہ تعالیٰ فی کل یوم و لیلۃ عشرین مائۃ رحمۃ، تنزل علیٰ ھذ البیت ستون للطائفین و اربعون للمصلین و عشرون للناظرین (شفاء، ۱۶۷، ج:۱) رب قدوس جل مجدہ کی طرف سے بیت اللہ شریف پر روزانہ ۱۲۰ رحمتوں کا نزول ہوتا ہے، (۶۰) ساٹھ طواف کرنے والوں کے پر (۴۰) چالیس نماز پڑھنے والوں پر اور ۲۰ کعبہ شریف کو دیکھنے والوں پر۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وعلیٰ آلہ وسلم

تعمیر کعبہ پانچ پہاڑوں سے ہوئی:

سیدنا قتادہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ سیدنا خلیل علیہ السلام نے تعمیر کعبہ کے وقت پانچ پہاڑوں سے پتھر جمع کیے اور تعمیر فرمائی۔ طور زیتا، طور سینا، الجودی، لبنان، حرا۔

ایک روایت میں جبل ابی قبیس، جبل ورقان۔ جبل احد کا ذکر بھی ہے۔ (اخبار مکہ: ۲۷، ج:۱، شفاء الغرام: ۹۳، ج:۱)

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وعلیٰ آلہ وسلم

مومن کی عظمت کعبہ سے بڑی ہے:

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ہے ایک موقعہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ شریف کو دیکھا اور فرمایا:

لاالہ الا ما اطیبک و اعظم حرمتک والمومن اعظم حرمۃ منک (الشفاء ۱۶۷، ج ۱)

اے کعبہ تیری مہک کس قدر ہے تیری عظمت کس قدر ہے اور مومن کی عظمت بہت بڑی ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وعلیٰ آلہ وسلم

کعبہ میں داخلہ گناہوں کی پاکیزگی ہے:

سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

من دخل البیت فصل فیه دخل فی حسنة و خرج من سیه (شفاء،۸۸ج ۱)

جو بیت اللہ شریف کے اندر داخل ہوا وہ نیکیوں میں داخل ہوا اور گناہوں سے نکل گیا۔ سیدنا حسن بصری فرماتے ہیں وہ خدا کی رحمتوں میں داخل ہوا وہ خدا کی امان میں داخل ہوا

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وعلیٰ آلہ وسلم

کعبہ آدم علیہ السلام سے ۲ ہزار برس قبل:

سیدنا ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے۔ سیدنا آدم علیہ السلام حج کے لئے آئے تو فرشتوں نے آپ کا شاندار استقبال کیا اور عرض کی: اے آدم ہم دو ہزار سال سے اس گھر کا طواف کر رہے ہیں۔ سیدنا آدم علیہ السلام نے پوچھا طواف میں کون سی دعا پڑھتے ہو تو فرشتوں نے عرض کی۔ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر چنانچہ آپ نے بھی یہی دعا پڑھی (اخبار مکہ:۴۵، تاریخ مکہ ص:۱۷، ج:۱۔ شفاء:۱۸۴ ج:۱، کتاب الاعلام:۳۲)

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وعلیٰ آلہ وسلم

زیارت کعبہ سے گناہ جھڑتے ہیں:

ایمان وایقان کی نگاہ کے ساتھ بیت اللہ شریف کی زیارت کرنے سے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جیسے موسم خزاں میں درختوں کے پتے گر جاتے ہیں۔ کعبہ شریف کی زیارت سے ایک سال کی عبادت کا ثواب ملتا ہے۔

کعبہ شریف کی زیارت گناہوں سے ایسے پاک کر دیتی ہے جیسے آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔

کعبہ شریف کی زیارت قیامت میں امن کی ضمانت ہے۔

خدا اور مصطفیٰ ﷺ کی خوشنودی کے لیے کعبہ شریف کی زیارت سے حج اور عمرہ کا ثواب ملتا ہے۔ (القری:۳۰۵، جامع اللطیف:۸۵ تاریخ مکہ:۱۴ ج:۱)

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وعلیٰ آلہ وسلم

کعبہ کی زیارت روزی میں برکت:

صاحب اخبار مکہ علامہ ازرقی نے نقل فرمایا ہے۔ سیدنا آدم علیہ السلام نے ملتزم شریف کے پاس کھڑے ہو کر دعا فرمائی جس میں اپنی کمزوری عجز اور ایمان کے بارے میں عرض کیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے وحی فرمائی۔ آدم تو نے ایسی دعا کی ہے جسے مسترد کرنا میری رحمت سے بعید ہے۔ میں تیری اولاد کی یہی دعا قبول کروں گا دعا کرنے والے کے مال میں برکت دوں گا، اس کی روزی میں وسعت بخشوں گا، اس کے دل کو فقر سے پاک کروں گا، اُسے غنی کروں گا۔ دعا یہ ہے:

اللھم انک تعلم سرتی و علانیتی فاقبل معذرتی و تعلم ما فی نفسی و ما عندی فاغفرلی ذنوبی و تعلم حاجتی فاعطنی سؤلی. اللھم انی اسئلک ایمانا یاشر قلبی و یقینا صادقا حتی اعلم انه لا یصیبنی الا ما کتبت لی والرضا بما قضیت علی (تاریخ مکہ ۱۶)

جنت کا خیمہ:

وہب بن منبہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی تو مکہ مکرمہ کی جانب چلنے کا حکم دیا۔ آپ جہاں قدم رکھتے سبزہ پیدا ہو جاتا۔ زمین پر پہنچ کر آدم علیہ السلام زار و قطار روتے تھے۔ فرشتے شریک غم بنے۔ اللہ تعالیٰ نے سکون آدم علیہ السلام کے لیے جنت کا خیمہ بھیجا جسے عین کعبہ کی جگہ پر نصب کیا گیا جو آدم علیہ السلام کے سکون کا سبب بنا۔ (اخبار مکہ ازرقی:۳۷، ج:۱)

کعبہ شریف کے تعمیری واصلاحی مراحل:

پہلا مرحلہ:

سیدنا آدم علیہ السلام کی تخلیق سے ۲ ہزار سال پہلے فرشتوں نے تعمیر کیا۔

سب سے پہلے طواف فرشتوں نے کیا:

صاحب اخبار مکہ علامہ ازرقی فرماتے ہیں۔ سیدنا زین العابدین رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا طواف بیت اللہ شریف کا آغاز کیسے ہوا تو آپ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے تخلیق آدم علیہ السلام کا ارادہ فرمایا اور فرشتوں سے اس کا ذکر کیا تو فرشتوں نے کہا یا اللہ ہم زیادہ حق دار

ہیں۔ بارگاہ قدس سے جواب ملا انی اعلم ما لا تعلمون میں وہ کچھ جانتا ہوں جس کا تمہیں علم نہیں۔ ملائکہ نے محسوس کیا کہ اللہ تعالی ناراض ہو گیا ہے تین ساعات تک عرش کا طواف کیا اور عجز و انکساری میں مصروف رہے پھر ان پر نظر رحمت فرمائی اور انہیں بیت المعمور کے طواف کا حکم دیا پھر فرشتوں سے فرمایا:

گھر بناؤ جس طرح فرشتے بیت معمور کا طواف کرتے ہیں اسی طرح زمین پر میرے بندے بھی اس گھر کا طواف کریں۔

(تاریخ مکہ ۲۸، شفاء الغرام: ۹۱، ج: ۱)

دوسرا مرحلہ: حضور سیدنا آدم علیہ السلام نے تعمیر فرمائی۔ (شفا: ۹۱، ج: ۱)

تیسرا مرحلہ: سیدنا شیث علیہ السلام نے تعمیر فرمائی۔ (شفاء)

چوتھا مرحلہ: سیدنا ابراہیم و اسمٰعیل علیہ السلام نے تعمیر فرمائی۔ (شفاء)

پانچواں مرحلہ: قوم عمالقہ نے تعمیر فرمائی

چھٹا مرحلہ: قبیلہ جرہم نے حصہ لیا

ساتواں مرحلہ: قصی بن کلاب نے تعمیر کیا

آٹھواں مرحلہ: قریش مکہ نے مشترکہ طور پر تعمیر کیا۔ ولید بن مغیرہ کو ناظم تعمیرات مقرر کیا۔ حلال مال خرچ کرنے کا اہتمام کیا گیا۔

نواں مرحلہ: سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے تعمیر کی ہے۔ یہ ۶۴ھ کا واقعہ ہے جب یزیدی فوج نے کعبہ شریف پر حملہ کیا، آگ برسائی جس سے کعبۃ اللہ کا غلاف جل گیا، دیواروں کو نقصان پہنچا۔ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کعبہ شریف کو شہید کر کے از سر نو تعمیر کیا۔ حطیم کا حصہ بیت اللہ شریف میں شامل کیا۔ دوسرا دروازہ پہلے کی مقابلہ میں سیدھا بنایا تاکہ لوگوں کو آمد و رفت میں سہولت رہے۔ یہ تعمیر جمادی الثانی ۶۴ھ میں شروع ہوئی۔ رجب ۶۴ یا ۶۵ھ میں مکمل ہوئی۔ اس تکمیل کی خوشی میں سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بڑے پیمانے پر ضیافت کی اور ایک سو اونٹ ذبح کیا گیا۔

دسواں مرحلہ: حجاج بن یوسف کے ہاتھوں تعمیر ہوئی۔

گیارھواں مرحلہ: عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد عبدالملک بن مروان کے حکم سے حجاج نے پھر کعبہ شریف کو پہلی حالت میں کر دیا۔ سیدنا امام مالک رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہارون الرشید نے چاہا کہ بیت اللہ شریف کو پھر ایک مرتبہ عبداللہ بن زبیر والی طرز پر تعمیر کر دیا جائے مگر امام مالک نے شدت سے منع فرمایا کہ آنے والے حکمران اپنی شہرت کے لیے توڑ پھوڑ کرتے رہیں گے جو عظمت کعبہ کے منافی ہے۔

بارھواں مرحلہ: ۸۱۴ھ میں بعض مقامات سے چھت خراب ہو گئی، پانی ٹپکنے لگا لکڑیاں بوسیدہ ہو گئیں تو اس صورت حال کی اصلاح کی گئی۔

تیرا ہواں مرحلہ: ۸۳۸ھ میں امیر سودون المحمد نے چھت کو بدلا اور چاروں طرف چونے کی تہ جما دی۔

چودھواں مرحلہ: ۸۴۳ھ میں پیش آیا جب ملک اشرف برسبائی کے حکم سے اسی امیر المحمدی نے چھت کو چونہ گچ کیا۔ چھت کے سنگ مرمر کی مرمت کی چاروں روشندان نکال دیے۔

پندرھواں مرحلہ: ۸۴۸ھ میں کعبہ انور کی غربی دیوار میں مرمت لگائی گئی۔

سولھواں مرحلہ: ۹۳۱ھ میں والی مصر ابراہیم پاشا کے حکم پر امیر جدہ کی نگرانی میں چھت بدلی گئی یا لکڑی کے پھٹوں کو لوہے کی پتریوں سے مضبوط کیا گیا۔

سترھواں مرحلہ: ۹۵۹ھ میں پھر ایک مرتبہ مرمت کی ضرورت محسوس ہوئی تو سلطان سلیمان خاں نے یہ کام سرانجام دیا۔

اٹھارھواں مرحلہ: ۱۰۲۰ھ میں سلطان احمد خاں نے کعبہ شریف کے چاروں طرف طوق بنوایا کہ دیواریں مضبوط رہیں۔

انیسواں مرحلہ: ۱۰۴۵ھ میں امیر مکہ کے مطالبہ پر خلیفہ کی طرف سے ایک معمار مرمت کے لیے بھیجا گیا اور چھت پر سنگ مرمر لگایا۔

بیسواں مرحلہ: ۱۰۴۳ھ میں چھت کی ایک لکڑی ٹوٹ گئی تو سلیمان ایک گورنر جدہ نے اپنی نگرانی میں یہ کام کرایا بوسیدہ چھت بدل دی گئی۔

اکیسواں مرحلہ: ۱۰۹۹ھ میں رضوان معمار نے جدہ سے لکڑی کے بڑے بڑے تختے منگوائے اور فریم بنا کر کعبہ شریف کی منڈیر کے ساتھ نصب کرائے کہ غلاف کعبہ باندھنے میں مضبوطی رہے۔

بائیسواں مرحلہ: ۱۱۰۶ھ سے ۱۱۰۹ھ تک چھت کی لکڑیاں بدل دی گئیں سیڑھی بنائی گئی۔ یہ سیڑھی ساگوان کی لکڑی اور سنگ مرمر کی سلوں سے تیار ہوئی۔

تیئسواں مرحلہ: ۱۰۹۵ھ میں چھت پر نیا سنگ مرمر لگوایا گیا بعض دروازوں کی مرمت کی گئی۔

چوبیسواں مرحلہ: ۱۳۱۶ھ میں بعض مقامات سے چھت خراب ہو جانے پر مرمت کی گئی۔ چونا، سیمنٹ اور انڈوں کی سفیدی سے پلستر تیار کر کے مرمتیں لگا دی گئیں۔

پچیسواں مرحلہ: ۱۳۷۷ھ میں سعودی حکمران سعود بن عبدالعزیز نے چھتیں تبدیل کروائیں۔ نور کی کمیٹی کی نگرانی میں یہ کام مکمل ہوا۔ تکمیل کے بعد

طواف کعبہ:

بیت اللہ شریف کا طواف بہترین عبادت ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کعبہ شریف کے سات چکر لگائے، آنکھ کی حفاظت کی، بات کم کی، ذکر اللہ میں مصروف رہا۔ حجر اسود کو بوسہ دیا اور کسی کو تنگ نہ کیا۔ اللہ تعالیٰ اس کے نامہ اعمال میں ہر قدم پر ستر ہزار نیکی لکھ دیتا ہے، وہ شخص قیامت کے دن ستر ہزار کی سفارش کر سکے گا (اگرچہ اس حدیث شریف کو بعض حضرات نے ضعیف کہا مگر فضائل میں معتبر ہے۔) (شفاء الغرام: ۹ے، ج:۱)

وصلی اللہ علےٰ حبیبہ والہ وصحبہ وسلم

طواف محبوب ترین عمل ہے:

سیدنا عبداللہ بن عمر ﷺ فرماتے ہیں

کان احب الاعمال الی النبی ﷺ اذا قدم مکہ الطوف بالبیت۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی مکہ مکرمہ تشریف لاتے آپ ﷺ کا محبوب ترین عمل بیت اللہ شریف کا طواف تھا نیز سیدنا ابو ہریرہ ﷺ سے ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے حضور سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو بیت اللہ شریف کا طواف کرتا ہے۔ (شفاء: ۱۷۷، ج:۱)

وصلی اللہ علےٰ حبیبہ والہ وصحبہ وسلم

شاہ فیصل نے معائنہ کیا سرخ اینٹوں کا فرش لگوایا۔

نوٹ: اس عنوان پر مزید معلومات کے لیے (شفاء الغرام: ۹۱، ج: ا، العقد الثمین ۷۴، ج ا، کتاب الاعلام ص ۴۹ تا ۵۶)

وصلی اللہ علےٰ حبیبہ والہ وصحبہ وسلم

پہلا انسان اور پہلا گھر:

حضرت عبداللہ بن عمر بن عاص سے روایت ہے حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے سیدنا جبرائیل علیہ السلام کو آدم علیہ السلام کی طرف بھیجا اور حکم دیا کہ میرے لیے گھر تیار کرو۔ جبرئیل علیہ السلام نے خط کھینچ کر حدود قائم کیں۔ آدم علیہ السلام مٹی کھود تے تھے، حضرت حوا مٹی اٹھاتی تھیں پھر آواز دی گئی آدم بس کرو کافی ہے۔ تو پہلا انسان ہے یہ پہلا گھر ہے۔

وصلی اللہ علےٰ حبیبہ والہ وصحبہ وسلم

دور جاہلیت میں بھی کعبہ محترم رہا:

اگرچہ دور جاہلیت میں بے شمار ناپسندیدہ اعمال تھے مگر بیت اللہ شریف کے بارے میں پھر بھی عمدہ جذبات رکھتے تھے۔ قریش کہا کرتے تھے اکرموا زوار بیتہ یاتو کم لوگو خدا کے زائرین کا احترام کیا کرو وہ دور دراز سے سفر کر کے تمہارے ہاں پہنچتے ہیں۔ (اخبار مکہ)

وصلی اللہ علےٰ حبیبہ والہ وصحبہ وسلم

جبرئیل علیہ السلام اور زیارت کعبہ شریف:

سیدنا ابن عباس ﷺ فرماتے ہیں ایک دن جبرئیل علیہ السلام دربار رسالت ﷺ میں حاضر ہوئے ان پر سرخ رنگ کی پٹی تھی، گرد و غبار پڑا ہوا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے جبرئیل یہ گرد و غبار کیسا ہے۔ عرض کی حضور ﷺ زیارت کعبہ شریف کے لیے حاضری دی تھی۔ فرشتوں کی بے پناہ بھیڑ کی وجہ سے ان کے پروں سے رکھا ہوا گرد و غبار جم گیا ہے۔ (اخبار مکہ: ۳۵، ج:۱)

وصلی اللہ علےٰ حبیبہ والہ وصحبہ وسلم

ملائکہ بھی احرام باندھتے ہیں:

جیسے مؤمن پر لازم ہے کہ وہ جس سمت سے بھی حرم مکہ میں داخل ہو، احرام باندھے داخل ہو یہ کعبہ شریف کی عظمت ہے۔ کوئی آفاقی بغیر

اس ضابطہ احرام کے داخل نہیں ہوسکتا۔ سیدنا عثمان بن یسار ﷺ فرماتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ کسی فرشتے کو زمین پر بھیجتا ہے تو وہ احرام باندھے تلبیہ کرتا آتا ہے۔ (اخبار مکہ ازرقی: ۳۵، ج:۱)

وصلی اللہ علےٰ حبیبہ والہ وصحبہ وسلم

کشتی نوح نے طواف کیا:

سیدنا عکرمہ ابن عباس ﷺ سے نقل کرتے ہیں نوح علیہ السلام کی کشتی میں ۸۰ آدمی سوار تھے اور وہ ایک سو پچاس دن تک کشتی میں سوار رہے۔ اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے کشتی کو مکہ مکرمہ کی طرف متوجہ کر دیا اور پھر چالیس دن تک بیت اللہ شریف کے گرد گھومتی رہی پھر جودی پہاڑ کی طرف متوجہ کر دی۔ (اخبار مکہ: ۵۲، ج:۱)

وصلی اللہ علےٰ حبیبہ والہ وصحبہ وسلم

حجر اسود:

کعبہ شریف کے ایک کونہ میں حجر اسود شریف نصب ہے۔ اسی کونے سے ہی طواف شروع ہوتا ہے۔ حضور سیّد عالم ﷺ نے اسے چوما ہے، فاروق اعظم ﷺ نے فرمایا۔ اے حجر اسود میں جانتا ہوں تو پتھر ہے نفع و نقصان کا مالک نہیں اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو تجھے چومتے نہ دیکھا ہوتا تو تجھے کبھی نہ چومتا۔ ابن عباس ﷺ فرماتے ہیں حجر اسود جنت سے اتارا گیا، دودھ سے زیادہ سفید تھا، انسانوں کے گناہوں نے اسے سیاہ کر دیا۔ یہ آدم علیہ السلام کے ساتھ ہی اتارا گیا آدم علیہ السلام حجر اسود سے مانوس تھے۔

(شفاء: ۱۹۱ ج:۱، العقد الثمین: ۹۷)

وصلی اللہ علےٰ حبیبہ والہ وصحبہ وسلم

حجر اسود دست قدرت ہے:

سیدنا ابن عباس ﷺ فرماتے ہیں حجر اسود اللہ تعالیٰ جل مجدہ کا دست قدرت ہے جس کے ساتھ اپنی مخلوق سے مصافحہ فرمایا ہے۔ مسلمان اس کے پاس جو بھی سوال کرتا ہے اللہ تعالیٰ نواز دیتا ہے۔ (شفاء ۱۹۲)

حجر اسود کی کعبہ سے علیحدگی:

حرم کعبہ میں قرامطہ کی خونریز تباہی میں یہ واقعہ بھی پیش آیا۔ ابو طاہر قرامطی نے ابو حلاج سے کہا کہ وہ حجر اسود کو دیوار کعبہ سے نکال دے، چنانچہ اس نے ۳۱۷ ہجری ۱۴ ذی الحجہ کو پتھر نکالا اور مقام ہجر لے گیا۔ ۲۲ سال تک یہ مبارک پتھر وہاں رہا، فاطمی خلیفہ منصور بن قاسم نے اسے لکھا کہ پتھر واپس کر دے مگر وہ نہ مانا پھر ۵۰ ہزار کی رقم کی پیشکش کی مگر نہ مانا، ابو طاہر بیمار ہوا جسم خراب ہو گیا۔ کیڑے پڑ گئے۔ اس کی موت پر یہ گروہ ناکام ہو گیا تو ۳۳۹ھ میں حسین کرامطی اس پتھر کو واپس لایا اور امیر مکہ ابو جعفر کو پیش کیا۔ حسن بن مرزوق نے اس پتھر کو اس کی جگہ پر لگا دیا۔

(علم الاعلام مطبوعہ مصر: ۱۰۸)

وصلی اللہ علےٰ حبیبہ والہ وصحبہ وسلم

حجر اسود کی خصوصیتیں:

- ☆ پانی میں ڈالا جائے تو ڈوبے گا نہیں
- ☆ آگ میں ڈالا جائے تو گرم نہیں ہوگا
- ☆ اس کا مس کرنا گناہوں کو مٹاتا ہے
- ☆ اعلان نبوت سے پہلے بھی یہ پتھر حضور ﷺ کو سلام کہتا تھا
- ☆ اس پتھر کو پھر ایک مرتبہ اپنی اصلی شکل پر کر دیا جائے گا
- ☆ قیامت کے دن اس کا حجم جبل ابی قبیس جتنا ہوگا۔ (جامع اللطیف خواص الحجر: ۳۷)

وصلی اللہ علےٰ حبیبہ والہ وصحبہ وسلم

حجر اسود قیامت کو گواہی دے گا:

دارمی نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن حجر اسود کو اٹھائے گا۔ اس کی دو آنکھیں ہوں گی جس سے دیکھے گا۔ زبان ہوگی جس سے بولے گا اور اپنے استلام کرنے والے کے حق میں گواہی دے گا۔

(شفاء: ۱۷۰، ج: ۱)

وصلی اللہ علیٰ حبیبہ و الہ وصحبہ وسلم

کعبہ میں نشاناتِ قدرت:

☆ کعبہ انور کا صدیوں سے جوں کا توں چلے آنا۔ حوادثِ زمانہ کا ختم کرنے میں ناکام رہنا نشانات میں سے ہے۔

☆ پرندوں کا دیوار کعبہ پر نہ بیٹھنا اور احترام کعبہ کو ملحوظ رکھنا بھی عجائبات میں سے ہے۔

☆ اگر کوئی جانور دیوار کعبہ پر بیٹھتا ہے تو وہ اپنے جسم کو دیوار پاک سے مس کر کے بیماری سے شفاء کی غرض سے بیٹھتا ہے جیسا صاحب شفاء الغرام نے تفصیل سے لکھا ہے۔

☆ شروع سے آج تک اہل مکہ میں یہ بات متعارف رہی ہے اگر کوئی بچہ بات کرنے میں دقت محسوس کرتا ہے یا عمر بڑھ رہی ہے بولنا نہیں سیکھ سکا تو ورثاء خانہ کعبہ کے کنجی بردار کے پاس لے جاتے اور کنجی بردار خانہ کعبہ کی کنجی اس کے منہ میں رکھ دیتا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے وہ بچہ بہت جلد بولنے لگ جاتا۔

☆ کسی بڑی مشکل کے پڑنے پر اہل مکہ کعبہ شریف کے اندر داخل ہو کر دعا مانگتے۔ جس قدر بھی لوگ داخل ہو جاتے یہ جگہ کافی ثابت ہوتی اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس مصیبت کو ٹال دیتا۔

☆ شروع سے آج تک کسی وقت بھی مطاف طواف کرنے والوں سے خالی نہیں رہا اگر کسی وقت انسان طواف نہیں کر رہے تو فرشتے اور جن مصروف طواف ہوتے ہیں۔

وصلی اللہ علیٰ حبیبہ و الہ وصحبہ وسلم

کعبۃ اللہ کی مرکزیت:

اگر چہ کعبہ شریف دعوتِ حنیفی کا مرکز رہا تاہم اس کی مرکزیت ہمیشہ مسلمہ رہی ہے۔ دنیا نے ہمیشہ اسے بین الاقوامی مرکز قرار دیا ہے اور ہمیشہ تعظیم و تکریم کی ہے۔ کعبۃ اللہ کے لیے اقوام نے ہدایا و تحائف بھیجے اور اس کے ادب و احترام کو فخر سمجھا۔ علامہ ابن خلدون نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں بڑی تفصیل سے ان حکومتوں کا ذکر کیا ہے جنہوں نے قدیم زمانہ میں کعبۃ اللہ کو مرکز مانا اور اس کی مرکزیت پر فخر کیا۔ علامہ ابن فضل اللہ عمری نے مسالک الابصار میں وضاحت کی ہے جہاں بیت اللہ شریف کی عظمت و احترام کا ذکر ہے، وہاں یہ بھی ملتا ہے کہ اس مقدس گھر کے خلاف کئی بغاوتیں بھی ہوئیں جو بالآخر ناکام ہو گئیں۔

وصلی اللہ علیٰ حبیبہ و الہ وصحبہ وسلم

☆☆☆

حضور ﷺ کی تشریف آوری

مولانا ابوالنور محمد بشیر کوٹلوی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا ابوالنور محمد بشیر کوٹلوی برصغیر پاک وہند کی تاریخ میں ایک معتبر نام ہے۔ آپ کو عقائد اور تحقیق میں رسوخ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خانوادہ سے ورثے میں ملا۔ آپ ایک نامور دانشور، شہیر قلم کار، بے بدل عالم دین اور محتاط مورخ تھے۔ مولانا خوبصورت لکھتے اور خوبصورت بولتے تھے۔ صحیح بات یہ ہے کہ گذشتہ نصف صدی میں وعظ کی دنیا کا مردِ میدان محمد بشیر کوٹلوی ہی تھا۔ قارئین وکیل راہ کی ضیافت ذہنی کے لئے اُن کا ایک خطبہ شامل اشاعت کیا جارہا ہے۔ استفادہ آپ کا اور دادو تحسین مولانا کا حق مسلم ہے۔

الحمد لله رب العالمین. والصلوٰة والسلام علیٰ رسوله محمد و اله واصحابه اجمعین. اما بعد فاعوذ با الله من الشیطان الرجیم. بسم الله الرحمٰن الرحیم .لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیه ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم.

''بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے۔تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان''

میرے بھائیو!حضور ﷺ سارے عالم کی جان ہیں۔ اب یہ بات بھی سمجھ لو کہ انسان ہمیشہ وہ کام کیا کرتا ہے جس سے اس کی جان راحت میں رہے اور اس کی جان کو کوئی تکلیف نہ ہو پھر جبکہ حضور ﷺ ہماری جان ہیں تو ہمارا بھی یہ فرض ہے کہ ہم ایسا کوئی کام نہ کریں جس سے حضور ﷺ کو رنج ہو اور آپ ہم سے ناراض ہو جائیں۔میرے بزرگو!خوب یاد رکھو!کہ جو کام خلاف شرع ہے ان کاموں سے حضور ﷺ کو رنج پہنچتا ہے اور آپ خلاف شرع کاموں سے ناراض ہوتے ہیں۔مثلاً کسی شخص کے لڑکے کی شادی ہو اور اس کی برادری کی یہ ضد ہو کہ اس شادی میں رقص وسرود اور باجے گاجے ضرور ہوں۔اگر یہ کام نہ ہوئے تو ہم ناراض ہو جائیں گے چنانچہ بہت سے لوگ برادری کو خوش رکھنے کے لئے ان خلاف شرع حرکات کو اپنا لیتے ہیں حالانکہ ان خلاف شرع حرکات سے ہمارے آقا ومولا حضور ﷺ ناراض ہو جاتے ہیں۔پھر کس قدر ظلم ہے اور کتنی ناعاقبت اندیشی ہے کہ برادری کو تو ناراض نہ کیا جائے اور حضور ﷺ کو ناراض کر لیا جائے۔میرے بھائیو!ایسے موقع پر سچا مسلمان وہ ہے جو برادری اگر بگڑے۔تو بگڑنے دے مگر حضور ﷺ کو ناراض نہ ہونے دے اور اس کا طرز عمل اس شعر کے مطابق ہو کہ

مرے عمل سے نہ خویش خوش ہیں
نہ باپ خوش ہے نہ بھائی خوش ہیں
مگر سمجھتا ہوں میں اس کو اچھا
دلیل یہ ہے کہ آپ خوش ہیں

مطلب یہ ہے کہ یارسول اللہ ﷺ!میرے اس خلاف شرع حرکات سے رک جانے کے باعث خویش واقربا سب ناراض ہو گئے ہیں مگر مجھے اس کی پرواہ نہیں اس لئے کہ آپ تو خوش ہیں نا۔

خلاف شرع حرکتیں:

حضرات!آج کل بیاہ شادیوں میں اس قدر خلاف شرع حرکتیں ہوتی ہیں کہ الامان و الحفیظ!خوب یاد رکھئے کہ یہ باجے گاجے ڈھول دھما کے رقص وسرود وغیرہ شریعت میں جائز نہیں ہیں مگر افسوس کہ آج کل جس بیاہ شادی میں اس قسم کی خرافات نہ ہوں لوگ اسے ''مشادی'' سمجھتے ہیں۔اس واسطے ان خرافات کا بڑا اہتمام کیا جاتا ہے اور اس قدر اہتمام کہ ایک جگہ تو ان خرافات میں کچھ اس قدر منہمک ہوئے کہ اصل بات ہی بھول گئے۔

لطیفہ:

چنانچہ ہمارے ہی علاقہ کے ایک گاؤں کا قصہ کسی نے سنایا تھا کہ اس گاؤں میں ایک بارات آئی اور بارات والے ساتھ ہی ایک رنڈی کو بھی ناچنے کے لئے لائے،چنانچہ رات دن خوب ناچ گانا ہوا اور دوسری خلاف شرع حرکات بھی جی بھر کر کیں،باجوں اور آتش بازیوں کا بھی زور رہا،دوسرے روز دلہن کو پالکی میں بٹھا کر جب واپس ہونے تو راستے میں یاد آیا کہ ارے!نکاح پڑھانا تو یاد ہی نہ رہا،چنانچہ پھر وہاں سے پلٹے اور نکاح پڑھایا اور دوبارہ پھر دلہن کو پالکی میں بٹھایا اور گھر آئے۔

دیکھا آپ نے فضول رسموں میں اس قدر منہمک ہو گئے کہ اصل بات کا خیال ہی نہ رہا میرے بھائیو!اس قدر بھی غفلت کیا ہوئی؟ کہ دین کا خیال ہی نہ رہا۔افسوس کہ آج کل یہ غفلت عام ہے۔ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ سچا مسلمان وہ ہے جو ایسے موقعوں پر جان جہان حضور سرور عالم ﷺ کو ناراض نہ کرے اور انہیں رنج نہ پہنچائے۔

عزیز علیه ما عنتم

میرے بزرگو!خدا تعالیٰ نے حضور ﷺ کے متعلق پھر اس حقیقت کا اظہار فرمایا ہے کہ ''وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے'' یعنی وہ ہر بات جو تمہیں تکلیف دے اور تم اس سے مشقت میں پڑ جاؤ۔حضور ﷺ پر گراں گزرتی ہے۔سبحان اللہ۔کیسا غمخوار آقا ملا ہے ہم کو بخدا ایسی شفقت ورحمت ماں باپ کو بھی اپنی اولاد پر نہیں ہوتی جیسی شفقت ورحمت حضور ﷺ کو اپنی امت پر ہے۔

میرے بھائیو! ہمارے آقا و مولا ﷺ نے ہمیں ایسی ایسی تعلیم فرمائی ہے کہ جس پر عمل پیرا ہونے سے ہم ہر قسم کی تکلیف سے بچ سکتے ہیں۔

بغیر منڈیر کے چھت پر سونا:

دیکھئے حضور ﷺ نے ہمیں بغیر منڈیر کے چھت پر سونے سے منع فرمایا ہے چنانچہ حدیث پاک میں حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ

نہی رسول اللہ ﷺ ان ینام الرجل علی سطح لیس بمحجور

(ترغیب وترہیب: ص۵۵۲)

''رسول اللہ ﷺ نے بغیر منڈیر کے چھت پر سونے سے منع فرمایا ہے۔''

سبحان اللہ کیا شان شفقت ہے گویا فرمایا گیا ہے کہ بغیر منڈیر کے اگر چھت پر سو جاؤ گے تو رات کے کسی حصہ میں اگر کسی ضرورت کو اٹھے اور نیند کے عالم میں منڈیر کے نہ ہونے کی وجہ سے نیچے گر گئے تو ہاتھ پیر تمہارے ٹوٹیں گے اور رنج ہمیں پہنچے گا۔

دھوپ چھاؤں میں سونا:

اسی طرح حضور ﷺ نے کچھ دھوپ میں اور کچھ سائے میں سونے سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ کتاب مذکور کے صفحہ ۵۵۳ پر یہ حدیث موجود ہے اور اطباء سے پوچھ لیجئے کہ دھوپ چھاؤں میں سونے سے آدمی بیمار پڑ جاتا ہے اور برص کا مرض لاحق ہو جانے کا اندیشہ ہے تو ہمارے حضور ﷺ کا یہ ارشاد بھی اسی شفقت کی بنا پر ہے کہ دھوپ چھاؤں میں لیٹنے سے اگر تم بیمار ہو گئے تو یہ بات ہم پر گراں گزرے گی۔

سمندر کے جوش کے وقت بحری سفر نہ کرو:

اسی طرح حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ سمندر جب جوش میں ہو اور اس میں طوفان کا عالم ہو تو بحری سفر نہ کرو۔ سبحان اللہ کیا کیا شفقت آمیز ارشادات ہیں۔ ماں باپ بھی تو اس قدر شفقت نہیں کرتے۔ اسی طرح فرمایا جوتا پہنو اسے جھاڑ کر پہنو، بستر پر لیٹو تو پہلے اسے جھاڑ لو تا کہ ایسا نہ ہو کہ جوتے میں یا بستر میں کوئی موذی جانور ہو جو تمہیں کاٹ لے اور تم تکلیف و مشقت میں پڑ جاؤ اور ہمیں تمہاری یہ مشقت گراں گزرے۔ میرے بھائیو! وہ جو ایک شاعر نے لکھا ہے نا کہ

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیر
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

یہ محض ایک شاعرانہ مبالغہ آرائی ہے لیکن ''عزیز علیہ ما عنتم'' کے مطابق یہ بات بالکل حق اور درست ہے کہ ہمارے حضور ﷺ کے قلب انور میں واقعی سارے جہان کا درد ہے اور آپ کے کسی غلام کو کہیں بھی کوئی تکلیف ہو ہمارے حضور ﷺ کو اس کا رنج پہنچتا ہے اور ایسا کیوں نہ ہو جبکہ آپ سارے عالم کی جان ہیں اور جان کی یہی شان ہوتی ہے کہ جسم کے کسی بھی حصہ کو کوئی تکلیف پہنچے تو جان بے قرار ہو جاتی ہے، سر زخمی ہو تو جان بے قرار، ہاتھ زخمی ہو تو جان بے قرار، پیر زخمی ہوں تو جان بے قرار ہو جاتی ہے یعنی چاہے سر زخمی ہو جو بلند ہے اور چاہے پیر زخمی ہوں، پست ہے، جان دونوں کے لئے بے قرار ہوتی ہے۔ اسی طرح امت میں سے اعلیٰ مرتبہ رکھنے والوں پر اگر حضور ﷺ کی شفقت ہے تو مجھ جیسے ادنیٰ لوگوں کے لئے بھی حضور ﷺ کی شفقت موجود ہے۔ اسی لئے شاعر نے لکھا ہے کہ

اچھے اُن کے ہیں تو اے کیف بُرے کس کے ہیں
اپنی امت ہے محمد ﷺ کو پیاری ساری

ایک شبہ کا ازالہ:

یہاں ایک شبہ بھی پیدا ہو سکتا ہے اور وہ یہ کہ حضور ﷺ جب سارے جہان کی جان ہیں اور سارا جہان گویا بدن ہے تو اس جہان میں کافر بھی ہیں اور کافروں نے یقیناً جہنم میں جانا ہے تو ان کا جہنم میں جانا کیا حضور ﷺ کے لئے موجب تکلیف ہو گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بدن کے کسی حصہ کا جب تک جان سے تعلق رہتا ہے۔ اس وقت تک جان کے لئے اپنے اس حصہ بدن کی تکلیف موجب رنج و تکلیف ہوتی ہے اور جب کوئی حصہ بدن جان سے بے تعلق ہو جائے۔ تو پھر جان کو اس کی تکلیف کی کوئی پروا نہیں ہوتی۔ مثلاً دیکھئے: ایک انگلی خراب ہو جائے اور اسے کاٹ کر الگ پھینک دیا جائے تو اب چونکہ اس انگلی کو کاٹ کر الگ پھینک دیا گیا ہے اور اس کا جان سے کوئی تعلق نہیں رہا، اس لئے اب چاہے اس انگلی کو آگ میں ڈال دیجئے چاہے اس کا قیمہ کر دیجئے۔ اسے سانپ کاٹ لے یا بچھو ڈس لے۔ جان کو اس کی کوئی تکلیف نہیں۔ اس لئے کہ اب اس انگلی کا جان سے کوئی تعلق نہ رہا۔ بس اسی طرح کافر وہ لوگ ہیں جو جان حضور ﷺ سے کٹ چکے ہیں اور حضور ﷺ سے ان کا کوئی تعلق باقی نہیں رہ گیا۔ اب چاہے وہ جہنم میں جائیں یا انہیں سانپ یا بچھو کھا جائیں۔ حضور ﷺ کو کیا؟ ''عزیز علیہ ما عنتم'' تو ہم

غلامانِ مصطفیٰ ﷺ کے لئے ہے جو سراسر حضور ہی سے متعلق ہیں اور انہیں کے تھے، انہیں کے ہیں اور انہیں کے رہیں گے۔ بُرے سہی، لیکن ہیں تو انہیں کے دامن گیر۔ ایک انگلی زخمی ہو جائے، نکمی ہو جائے۔ لیکن رہے جان سے متعلق ہی تو دیکھ لیجئے جان اس کے لئے بیقرار ضرور رہے گی، بلکہ جان بیقرار رہتی ہی الم رسیدہ اعضاء کے لئے ہے اور جو صحیح سالم اعضاء ہیں۔ ان کی طرف سے تو وہ مطمئن ہوتی ہے۔ اسی لئے حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ۔

شفاعتی لاهل الکبائر من امتی ۔ (مشکوۃ ص ۴۸۲)

"میری شفاعت میری امت کے گنہگاروں کے لئے ہے۔"

سبحان اللہ! کس قدر شفقت ورحمت ہے کہ اپنے الم رسیدہ غلاموں کے لئے اعلان فرمادیا کہ میں ان کی شفاعت فرماؤں گا۔ نیک لوگوں کی بھی حضور شفاعت تو فرمائیں گے لیکن محدثین نے لکھا ہے کہ وہ شفاعت رفع درجات کے لئے ہوگی اور وضع سیات یعنی گناہوں کے بخشوانے کی شفاعت تو مجھ جیسے گنہگاروں ہی کے لئے ہے۔ تو بھائیو! ہم گنہگار سہی! لیکن ہیں تو انہیں کے، اسی لئے اعلیٰ حضرت نے لکھا ہے کہ

بد سہی چور سہی مجرم ناکارہ سہی
ہے وہ کیسا ہی سہی ہے تو کریما تیرا!

سبحان اللہ! اعلیٰ حضرت کی شاعری بھی کیا ایمان افروز شاعری ہے۔ آپ اسی نسبت غلامی کا ذکر فرماتے ہیں اور کیا خوب فرماتے ہیں کہ

تجھ سے در، در سے سگ اور سگ سے ہے مجھ کو نسبت
میری گردن میں بھی ہے دور کا ڈورا تیرا!
اس نشانی کے جو سگ ہیں نہیں مارے جاتے
حشر تک میرے گلے میں رہے پٹہ تیرا!

ہاں تو خدا نے فرمایا ہے۔ عزیز علیہ ما عنتم ۔ یعنی جو بات تمہیں مشقت میں ڈالنے والی ہو وہ حضور ﷺ پر گراں گزرتی ہے۔ میرے بزرگو! حقیقت ہے کہ پہلی امتوں پر بڑے بڑے گراں احکام نازل ہوئے، ایک قبولیت توبہ ہی کے لئے دیکھئے! موسیٰ علیہ السلام کی امت کے لئے حکم نازل ہوا، کہ اگر اپنی توبہ کی قبولیت چاہتے ہو تو فاقتلوا انفسکم آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرو، چنانچہ انہوں نے گؤسالہ پرستی کے جرم میں اپنی توبہ کے لئے ایک دوسرے کو قتل کیا تو ان کی توبہ قبول ہوئی۔ غور فرمالیجئے! کہ یہ حکم کس قدر سخت حکم ہے۔ مگر چونکہ ہمارے حضور ﷺ پر اپنی امت کا مشقت میں پڑنا گراں گذرتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے ہم پر اس قدر سخت احکام نازل نہیں فرمائے۔ امت موسیٰ علیہ السلام کو قبولیت توبہ کے لئے ایک دوسرے کو قتل کر دینے کا حکم فرمایا اور ہمارے لئے قبولیت توبہ کے لئے سچے دل سے نادم ہو کر دو آنسو بہا دینا ہی کافی ٹھہرا اور یہ سب صدقہ ہے حضور ﷺ کا

صدقے اس رحم کے اس سایہ دامن پہ نثار
اپنے بندے کو مصیبت سے بچایا کیا ہے

اختیار مصطفیٰ ﷺ

میرے بزرگو! آپ نے سنا کہ حضور ﷺ پر ہمارا مشقت میں پڑنا گراں گزرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ نے ایک جگہ ارشاد فرمایا کہ

لو لا ان اشق علی امتی لا مرتهم بتا خیر العشاء وبسواک عند کل صلوۃ (مشکوۃ شریف ص ۳۶)

"اگر میں اپنی امت پر یہ بات شاق نہ سمجھتا تو انہیں نماز عشاء دیر سے پڑھنے کا حکم دیتا اور ہر نماز کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دیتا۔"

مطلب یہ کہ نماز عشاء دیر سے پڑھنے اور ہر نماز کے ساتھ مسواک ضرور کرنے سے چونکہ میری امت مشقت میں پڑ جائے گی، اس لئے میں نماز دیر سے پڑھنے کا حکم نہیں دیتا اور ہر نماز کے ساتھ مسواک کرنا بھی ضروری قرار نہیں دیتا۔ اسی حدیث کے حاشیہ پر دیکھ لیجئے محدثین اکرام نے لکھا ہے کہ:

لا امرتهم بتا خیر العشاء الی فرضتهم علیهم تا خیر ہ الی ثلث اللیل

"یعنی اگر اُمت کا مشقت پر جانے کا خیال نہ ہوتا تو میں عشاء کی نماز رات کے تیسرے حصہ میں پڑھنا فرض کر دیتا۔"

میرے بھائیو! غور کر لو اس حدیث پاک سے حضور ﷺ کا اختیار ثابت ہوا یا نہیں کہ حضور ﷺ جس بات کو چاہیں تو فرض قرار دیں اور اگر نہ چاہیں تو فرض قرار نہ دیں۔ میرے بھائیو! اگر حضور ﷺ کی حیثیت یہی ہو کہ "جس کا نام محمد ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں تو پھر حضور ﷺ نے یہ فرمایا

کہ لولا ان اشق علی امتی یعنی اگر مجھے امت کی مشقت کا خیال نہ ہوتا تو میں تاخیر عشاء اور ہر نماز کے ساتھ مسواک کرنا فرض قرار دیتا، مگر چونکہ مجھے اپنی امت کی مشقت منظور نہیں اس لئے ان باتوں کو فرض نہیں فرماتا، کس لئے ہے؟ کیوں صاحب! جسے کوئی اختیار نہ ہو اسے اپنے خیال اور اپنی مشقت کو درمیان میں لانے کا حق ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر حضور ﷺ کا اپنا کوئی اختیار ہی نہ تھا اور تاخیر عشاء اور ہر نماز کے ساتھ مسواک کرنا خدا کا عائد کردہ فرض تھا تو پھر حضور ﷺ کو اپنی امت کا مشقت میں پڑنے کا خیال ہوتا یا نہ ہوتا، بہرحال امت پر یہ باتیں فرض ہو ہی جاتیں پھر حضور ﷺ یہ کیوں فرما رہے ہیں کہ اگر مجھے امت کا خیال نہ ہوتا تو میں ایسا کر دیتا۔ حضور ﷺ کے اس ارشاد سے یہ صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ حضور ﷺ کو منجانب اللہ اختیار حاصل ہے کہ کسی بات کو اگر چاہیں تو امت پر فرض فرما دیں اور نہ چاہیں تو فرض قرار نہ دیں اور حضور ﷺ کے فرمانے سے بھی اس حکم کی تعمیل امت پر فرض ہو جاتی ہے اور شریعت بن جاتی ہے۔ اب آپ خود ہی اندازہ لگالیں کہ اگر کوئی شخص یوں لکھ دے کہ "رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا" تو وہ کس قدر جاہل اور مقام رسالت سے بے خبر ہے۔

رسول کے چاہنے سے:

میرے بزرگو اور دوستو! اس پرفتن دور میں ایک یہ خیال بھی سننے میں آتا ہے کہ "رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا" حالانکہ رسول کے چاہنے سے سب کچھ ہو جاتا ہے، اس لئے کہ جسے رسول چاہتا ہے اسے خدا بھی چاہتا ہے۔ آپ نے ابھی ابھی سنا کہ رسول اللہ ﷺ ہی کے چاہنے سے "تاخیر عشاء اور ہر نماز کے ساتھ مسواک کا فرض نہ ہونا" ہو گیا۔ اسی طرح خود حضور ﷺ کا ارشاد سنیئے۔ حضور فرماتے ہیں:

لو شئت لسارت معی جبال الذھب (مشکوٰۃ شریف ص ۵۱۳)

"اگر میں چاہوں تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلا کریں۔"

دیکھئے! حضور علیہ السلام صاف فرما رہے ہیں کہ اگر میں چاہوں، تو یہ پہاڑ سونے کے بن جائیں اور میرے ساتھ بھی چلا کریں۔ کیوں صاحب! رسول اللہ ﷺ خود یوں فرما رہے ہیں کہ میں چاہوں تو پہاڑ بھی سونے کے ہو جائیں اور چلنے بھی لگیں اور آپ کہتے ہیں کہ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا، پھر کیوں نہ کہا جائے کہ ایسا لکھنے والا یا کہنے اور سمجھنے والا رسول کو رسول مانتا ہی نہیں اور جو رسول کو رسول مانتا اور دل وجان سے اس پر فدا ہے۔ اس کا نعرہ یہ ہے کہ

تنکا بھی ہمارے تو ہلائے نہیں ہلتا
تم چاہو تو ہو جائے ابھی کوہ محن پھول

شفاعت:

میرے بھائیو! اللہ کا شکر ادا کرو کہ اس نے ہمیں ایسا غم خوار رسول عطا فرمایا ہے کہ جسے ہمارا مشقت میں پڑنا گوارہ نہیں۔ وہ رسول پاک ﷺ جنہیں آج ہمیں ایک کانٹا چبھ جانا بھی منظور نہیں وہ رسول پاک ﷺ کل قیامت میں ہمارا جہنم میں جانا کیسے منظور فرمائیں گے۔

دوزخ میں ان کا چاہنے والا نہ جائے گا
کیوں کہ رسول پاک سے دیکھا نہ جائے گا
الفت ہے ان کی دل میں غلام نبی ہوں میں
دوزخ میں میں تو کیا میرا سایہ نہ جائے گا

بھائیو! جو آقا ﷺ آج اپنے غلاموں کو ہر مشقت سے بچا رہا ہے، کل بھی وہی آقا ﷺ ہمیں ہر تکلیف سے بچائے گا اور ہم اگر گنہگار ہیں تو ہماری شفاعت فرمائے گا۔ شیخ سعدی نے کیا خوب لکھا ہے: کہ

نماند بعصیاں کسے در گرو
کہ دارد چنیں سید پیش رو
اگر دفترت از گنہ پاک نیست
چو او عذر خواہت بود باک نیست

اور ایک بزرگ لکھتے ہیں کہ

شان امت پروری حضرت دکھاتے جائیں گے
ہم گنہگاروں کو حضرت بخشواتے جائیں گے

ہم گنہگاروں کی خاطر حشر کے دن شاہ دیں
زیر عرش کبریاء آنسو بہاتے جائیں گے
دوستو میدان محشر میں شفیع المذنبین
امتی یا امتی کہہ کر بلاتے جائیں گے
بخشوا کر امت اپنی کو وہ شاہ بحر و بر
خانہ فردوس میں ہم کو بساتے جائیں گے

حضرات! کل قیامت کے روز ہر ایک کو حضور ﷺ ہی کے دامن میں پناہ لینا پڑے گی اور حدیث شریف میں موجود ہے کہ وہاں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک سب ہی اذھبوا الی غیری فرمائیں گے اور کوئی شفاعت کے لئے تیار نہ ہوگا۔ وہاں ایک حضور ﷺ ہی ایسے غم خوار اور شفیع ہوں گے جو انا لھا، انا لھا "میں ہوں شفاعت کے لئے" "میں ہوں شفاعت کے لئے" فرماتے ہوئے گنہگاروں کی ڈھارس بندھائیں گے اور زیر عرش سجدہ ریز ہو کر ہم گنہگاروں کی نجات کا انتظام فرمائیں گے۔

میرے بھائیو! ذرا غور تو کرو کہ جس آقا کے در پر کل ہمیں جانا پڑے گا اور جس کے وسیلہ سے کل ہمیں جلال ایزدی سے بچنا ہے، آج اگر اسی کے در پر جانے سے روکا جائے اور اسے یاد کرنے اور بلانے سے بھی منع کیا جائے تو کس قدر ظلم ہے اور کس قدر نا عاقبت اندیشی ہے۔

میرے بھائیو! ہم تو آج بھی اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کے در پر شوق و محبت سے حاضر ہوتے ہیں، ان کا نام لے کر دور سے ہدیہ صلوۃ و سلام حاضر کرتے ہیں اور آج بھی "اغثنی یا رسول اللہ" کہنے کے عادی ہیں اور انشاء اللہ کل بھی اسی طرح درود و سلام بھیجتے ہوئے اور اغثنی یا رسول اللہ کہتے ہوئے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو جائیں گے لیکن آج اگر کسی کو نہ ان کے در پر جانے کا شوق ہے اور نہ ہی ان پر درود و سلام بھیجنے کی تڑپ ہے اور نہ ہی اغثنی یا رسول اللہ کہنے کی عادت ہے تو وہ کل قیامت میں کس منہ سے وہاں حاضر ہوگا اور کس منہ سے اغثنی یا رسول اللہ کہے گا۔

بھائیو! اگر اغثنی یا رسول اللہ، یہاں کہنا شرک ہے تو کل قیامت کے ہولناک دن میں بھی شرک ہی رہے گا۔ وہاں آج کا شرک توحید نہیں بن جائے گا پھر یہ تو بڑی مشکل ہوگی کہ اگر کل یہ نعرہ نہ لگایا تو خدا تو اس جلال میں ہوگا کہ:

لمن الملک الیوم

فرما کر یوں فرمائے گا کہ

للہ الواحد القھار

وہاں تو قہر ایزدی کا سامنا ہوگا اور قہر ایزدی سے بچنے کے لئے دامن رحمۃ للعالمین کی پناہ لازمی ہوگی اور اس دامن میں پناہ لینے کے لئے دربار رسالت کی حاضری لازمی ہوگی اور اغثنی یا رسول اللہ کا نعرہ بھی ضروری ہوگا اور اگر یہ سب باتیں وہاں بھی شرک نظر آتی رہیں تو پھر ان سے دور ہی رہنا پڑے گا اور جو ان سے دور رہا تو اس کا جو ہولناک نتیجہ ہے ظاہر ہے۔ کہ

وہ جہنم میں گیا ان سے جو مستغنی ہوا
ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی

پھر کیوں نہ آج ہی ان سے تعلق پیدا کیا جائے اور آج ہی ان کا محتاج بنا جائے اور دن رات ان کا نام لیا جائے اور اگر آج ان باتوں سے لگاؤ نہیں اور خیال یہ ہو کہ جائز نہیں تو پھر کل مشکل پیش آنے والی ہے، اس کا حل یقیناً کوئی نہیں اسی لئے اعلیٰ حضرت نے لکھا ہے کہ

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
کل نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

☆☆☆

فخر موجودات رسالت مآب ﷺ

کی پیش گوئیاں

نبی اکرم ﷺ کو مکہ سے نکالنے پر کفار کو سزا

تحقیق و تحریر: صاحبزادہ محمد سعید احمد بدر قادری

وان کادو لیستفزو نک من الا رض لیخر جوک منہا وا ذلا یلبثو نک خلفک الا قلیلا ۔

(بنی اسرائیل آیت ۷۶)

''اور یہ لوگ (یعنی اہل مکہ) اس بات پر تلے ہوئے تھے کہ آپ ﷺ کے قدم اس سرزمین سے اکھاڑ دیں اور آپ ﷺ کو یہاں سے نکال دیں (لیکن یہ لوگ نہیں جانتے) کہ آپ ﷺ کے جانے کے بعد یہ خود یہاں زیادہ دیر نہ ٹھہر سکیں گے۔''

یہ پیش گوئی بھی صریح اور واضح پیش گوئی ہے۔ مسلمانوں کی پریشانی حالی اور کفار کے پے در پے ظلم ستم کے ایام میں یہ پیش گوئی بالکل نا ممکن نظر آتی تھی اور اس کے اندر ایک قسم کی جو دھمکی موجود ہے اس پر عملدر آمد کس قدر محال دکھائی دیتا تھا۔ کفار کی عظمت اور شان و شوکت اور صدیوں سے ان کی استحکام کی وجہ سے یہ تصور ہی ناممکن تھا کہ انہیں مکہ سے اکھاڑ یا نکال دیا جائے گا اور نکالنے والے ان کی بجائے قابض وحکمران ہو جائیں گے۔ مگر یہ پیش گوئی سورہ بنی اسرائیل کے نزول کے بعد دس گیارہ سال کے قلیل اور مختصر عرصہ میں نہ صرف پوری ہوئی بلکہ اس کا لفظ بہ لفظ سچ ثابت ہوا۔ اس سورہ مبارکہ کے نزول کے صرف ایک سال بعد کفار قریش نے مکہ میں آپ ﷺ کا جینا تک حرام کر دیا اور آپ ﷺ کو بامر مجبوری مدینہ ہجرت کرنا پڑی۔ صاف ظاہر ہے کہ جو شخصیت اس دور میں خود اتنی مجبور و بے بس تھی کہ اپنا آبائی شہر اس سے چھینا جا رہا تھا اور وہاں سے اسے نکالا جا رہا تھا، وہ کبھی عزت و احترام کے ساتھ یہاں واپس آ ئے گی اور وہ بھی حکمران بن کر لیکن قرآن پاک کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے واضح اشارہ کر دیا کہ آپ ﷺ کے چلے جانے کے کچھ دیر بعد یہ لوگ بھی یہاں نہیں ٹھہر سکیں گے۔ آخر کار تاریخ عالم نے دیکھا کہ مکہ سے ہجرت کے صرف آٹھ سال بعد وہی شخصیت پوری طاقت اور توانائی کے ساتھ مکمل عزت و احترام اور شان و شوکت کے ساتھ مکہ معظمہ میں داخل ہوئی اور یہی ابوسفیان اور اس کی بیوی ہندہ سمیت تمام اہل مکہ، بڑے بڑے روسا، آپ ﷺ کا والہانہ استقبال کر رہے تھے اور آج ناممکن ممکن ہو رہا تھا۔ بے بس اور بے سروسامان مسلمان شخص فاتح بن کر اپنی آبائی سرزمین میں داخل ہو رہا تھا، کتنا بڑا انقلاب تھا جو چشم فلک اور چشم عالم نے دیکھا، اس کے دو سال کے اندر ہی ساری سرزمین عرب مشرکین اور ملحدین سے پاک اصاف کر دی گئی اور وہاں اللہ کے دین اور رسول اللہ کی عظمت کا پرچم لہرانے لگا۔

اس کے بعد اس ملک میں اور اس سرزمین پر جو شخص بھی رہا وہ توحید پرست، مسلمان اور رسول کریم و رحیم ﷺ کا ادنیٰ غلام بن کر رہا اور کفر و شرک کے احیاء کے لئے اس سرزمین کے دروازے ہمیشہ کے لئے بند ہو گئے۔

ہم ذرا غور کریں تو پتہ چلتا ہے کہ یہ سزا مکہ سے اللہ تعالیٰ کے نبی کو نکالنے کی تھی۔ نکالنے والوں کا صفحۂ ہستی سے نام و نشان مٹ گیا، آج وہاں کوئی ابوجہل نہیں، کوئی ابولہب نہیں اور کوئی عتبہ و شیبہ نہیں اور نہ کوئی ان کی نسل یا ذریت ہی سے ہے اور نہ ہی کوئی ان کا نام لیوا۔

اہل قریش کی شکست و ہزیمت کی پیش گوئی:

سیہزم الجمع ویولون الدبر (القمر: آیت نمبر ۴۵)

''عنقریب کفار قریش کا یہ جتھا اور جمیعت شکست سے ہمکنار ہو گی اور یہ سب پیٹھ پھیر کر بھاگتے دکھائی دیں گے۔''

یہ پیش گوئی ہجرت سے ۵ سال قبل ہی کر دی گئی۔ قریش کو اپنی طاقت اور قوت کا بڑا زعم تھا۔ وہ تصور نہیں کر سکتے تھے کہ کبھی ان کو بھی شکست فاش ہو گی اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔ مسلمانوں کی کس مپرسی، بے بسی اور بے کسی کا یہ حال تھا کہ ان میں سے ایک گروہ کفار مکہ میں کے لاانتہائی ظلم و ستم سے تنگ آ کر پڑوسی ملک حبشہ میں پناہ لینے پر مجبور ہو چکا تھا اور باقی ماندہ اہل توحید شعب ابی طالب میں محصور ہو کر درختوں کے پتے کھا کر زندگی بسر کرنے پر مجبور تھے کیونکہ قریش نے ان کا مکمل سوشل بائیکاٹ کر رکھا تھا۔ اس محاصرہ کی وجہ سے وہ بھوکے مر رہے تھے۔ اس زبوں حالی اور در ماندگی کی حالت میں بھلا کون یہ دعویٰ کر سکتا تھا کہ صرف ۵، ۷ سال کے قلیل مدت ہی میں صورتحال بدل جائے گی اور نقشہ الٹ پلٹ ہو کر رہ جائے گا۔ حضرت عبداللہ ؓ بن عباس کے شاگرد عکرمہ ؓ کا بیان ہے کہ خلیفۃ المسلمین حضرت عمر فاروق ؓ فرمایا کرتے تھے کہ ''سورۃ قمر کے نزول پر دوسرے لوگوں کے ساتھ میں بھی حیران و پریشان تھا کہ آخر وہ کونسی جمیعت ہے جو شکست کھا جائے گی''۔ مگر تھوڑی ہی مدت بعد جب کفار مکہ جنگ بدر میں شکست کھا کر بھاگے تو اس وقت میں نے چشم خود دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ زرہ لینے آگے کی طرف جھپٹ رہے ہیں اور آپ ﷺ کی زبان عالی شان پر یہ الفاظ جاری تھے

سیہزم الجمع ویو لو ن الدبر

تب میری سمجھ میں آیا کہ اس آیت کا مفہوم و مطلب کیا تھا؟ اور وہ ہزیمت اور شکست کون سی تھی جس کی پانچ سال پہلے رسول پاک ﷺ اور مسلمانوں کو اطلاع دی گئی تھی۔ (حوالہ ابن جریر ابن ابی حاتم)

فتح مکہ کی قبل از وقت پیش گوئی

و انا جند لهم الغالبون ہ

اور یقیناً ہمارا ہی لشکر غالب آ کر رہے گا۔ (الصفت: آیت ۱۷۳)

سورۃ الصفت کی آیت نمبر ۱۷۳ مختصر سی آیت ہے جس نے تاریخ عالم کی سب سے بڑی پیش گوئی کر دی. حقیقت یہ ہے کہ اس کے سچ ثابت ہونے کے بھی دور دور تک کہیں آثار و امکانات معدوم تھے۔ حیران کن بات ہے کہ پیش گوئی کے وقوع ہونے کے ۱۵۔سال قبل اطلاع دی جا رہی تھی کہ ہمارا ہی لشکر غالب رہے گا۔" مکہ ہجرت نبوی سے سات سال پہلے اور فتح مکہ سے آٹھ سال یعنی کل پندرہ سال پہلے کے مکہ کے حالات پر نظر دوڑایئے کہ ان مخدوش حالات میں بھلا یہ کیسے کہا جا سکتا تھا کہ بے سرو سامان لوگوں اور مجبور و بے کس افراد کا کبھی لشکر بنے گا اور وہ لشکر غالب و فاتح بھی ہوگا۔ یہ لشکر رسول اللہ ﷺ کی قیادت میں مکہ میں داخل ہوگا اور وہ بھی پوری شان و شوکت اور قوت و عظمت کے ساتھ آخر وہ وقت آ کر رہا کل کے مغرور حکمرانوں کی گردنیں جھکی ہوئی اور نگاہیں زمینوں میں گڑی ہوئی تھیں۔ ان کو سوائے اطاعت کے کوئی دوسری صورت دکھائی نہ دے رہی تھی اور ادھر رسالت پناہ کی شفقت، محبت اور ہمدردی کا یہ عالم تھا کہ وہ بدلہ وانتقام لینے کی بجائے فرما رہے تھے

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمْ

"آج تم پر کوئی گرفت نہیں"

دلچسپ امر یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے یہی الفاظ، صدیوں پہلے، مصر آنے پر اپنے بھائیوں کے سامنے فرمائے تھے. جنہوں نے انہیں اندھے کنوئیں میں پھینک دیا تھا" بقول علامہ اقبال:

آں کہ براعداً در رحمت کشاد
مکہ را پیغام لا تثریب داد

"وہ کہ جنہوں نے دشمنوں پر بھی رحمت کے دروازے کھول دیئے اور انہوں نے فرمایا کہ آج تم پر کوئی گرفت نہیں
" آج کسی کا مواخذہ نہیں ہوگا کسی سے بدلہ یا انتقام نہیں لیا جائے گا بلکہ ابو سفیان جیسے بدترین دشمن کے گھر کو
"دار السلام" قرار دیا اور فرمایا جو یہاں داخل ہوگا اسے معاف کر دیا جائے گا۔"

اسی طرح سورہ ص کی آیت نمبر ۱۱ میں بھی فتح مکہ کی طرف اشارہ موجود ہے۔ فرمان ذیشان ہے کہ:

جند ما هنالك مهزوم من الاحزاب

"یہ تو جتھوں میں سے ایک چھوٹا جتھا ہے جو "اسی جگہ" شکست کھانے والا ہے۔"

یہاں "اسی جگہ" سے اشارہ مکہ مکرمہ کی طرف ہے۔ یعنی یہ لوگ (اہل کفر) آج طرح طرح کی باتیں بنا رہے ہیں، استہزا کر رہے ہیں لیکن یہ بے چارے نہیں جانتے کہ "اسی جگہ" انہیں ہزیمت اٹھانا پڑے گی اور شکست فاش کا منہ دیکھنا نصیب ہوگا۔ یہیں وہ وقت آنے والا ہے جب یہ سرگراں و شرمندہ، نادم و خجل اسی عظیم الشان شخصیت کے حضور دست بستہ اور سر جھکائے کھڑے ہوں گے جسے آج یہ حقیر و ادنیٰ سمجھ کر انہیں نبی اللہ تسلیم کرنے سے منکر ہیں۔

فتح مکہ کی یہ پیشین گوئی صرف قرآن پاک کی آیات ہی میں موجود نہیں بلکہ رسالت مآب ﷺ نے اس سلسلہ میں ایک خواب بھی دیکھا تھا جس میں فتح مکہ کی بشارت دی گئی تھی۔ یہ خواب یوں ہے

حضور رسول اللہ ﷺ نے قیام مدینہ کے دوران خواب دیکھا کہ آپ ﷺ مکہ مکرمہ میں داخل ہو رہے ہیں اور بیت اللہ کا طواف کر رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کو یہ خواب سنایا اور اس کے بعد چار پانچ سو کی تعداد میں صحابہ کو ساتھ لے کر عمرہ کی غرض سے مکہ کی طرف چل پڑتے ہیں۔ کفار مکہ کو خبر ہوئی تو انہوں نے حدیبیہ کے مقام پر آپ ﷺ کو روک دیا۔ انجام کار تاریخی صلح، "صلح حدیبیہ" کا معاہدہ طے پایا۔ آپ کو واپس آنا پڑا حالانکہ آپ نے تو فرمایا تھا کہ تو وہ اور صحابہ عمرہ کریں گے چنانچہ صحابہ کی ترجمانی کرتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ سے یہ سوال پوچھنے کی جسارت کی کہ یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ ﷺ نے یہ خبر نہیں دی تھی کہ ہم مکہ میں داخل ہوں گے اور طواف کریں گے۔ آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا، کیا میں نے یہ کب کہا تھا کہ یہ کام اسی سفر میں ہوگا۔" اس پر اللہ تعالیٰ نے قرآن کی سورہ الفتح میں آیت نمبر 27 میں فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو یقیناً سچا خواب دکھایا تھا تم ضرور مسجد حرام میں داخل ہو گے۔ امن کے ساتھ سر مونڈتے

ہوئے اور بال تراشتے ہوئے، بغیر اس کے کہ تمہیں کسی قسم کا خوف لاحق ہو۔ اللہ کو علم تھا، اس بات کا جسے تم نہ جانتے تھے۔ اس لئے اس سے پہلے اس نے تمہیں یہ قریب کی فتح (یعنی صلح حدیبیہ) عطا کر دی۔"

دراصل مشیت الٰہی یہ تھی کہ خواب کے ذریعے آپ کو مکہ جانے کی بشارت دیدی گئی۔ خواب میں ہمیشہ صرف اشارات ہوتے ہیں۔ آپ ﷺ کو خواب کے ذریعے مکہ جانے کا طریقہ بتایا گیا مگر اللہ تعالیٰ یہ جانتا تھا کہ آپ ساتھیوں سمیت تشریف لے جائیں گے اور وہاں کفار مکہ فی الحال آپ ﷺ کو روک دیں گے لیکن وہ لوگ جو کبھی صلح کی بات سننے پر تیار نہ تھے، وہ صلح پر مجبور ہوں گے اور پھر ایسی "صلح عظیم" ہوگی کہ جس کا انجام مسلمانوں کے لئے خیر ہی خیر ہوگا اور کافروں کے لئے ہولناک اور بدترین ہوگا۔ صلح کے بعد اگلے سال عمرہ ہوگا، امن وامان کے عالم میں اور کسی خوف وخطر کے بغیر جس کے بعد آئندہ کی فتوحات کا راستہ کھل جائے گا۔

اس خواب کے ذریعہ یہ "حقیقت ثابتہ" بھی سامنے آتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا اللہ تعالیٰ سے "رابطہ" کا ذریعہ صرف وحی الٰہی پر مبنی نہ تھا بلکہ بعض دوسرے ذرائع بھی تھے جن میں خوابوں کے ذریعے بشارتیں بھی شامل ہیں۔

ایسے بہت سے واقعات موجود ہیں جن کا قرآن پاک میں کہیں ذکر یا اشارہ بھی موجود نہیں لیکن آپ ﷺ کو ان کا "علم" ہوتا تھا اور لوگ حیران ہوتے تھے حتیٰ کہ آپ کی ازواج مطہرات بھی حیران ہو جاتیں۔ اس سلسلہ میں تاریخ شاہد ہے کہ رسالت مآب ﷺ نے ایک بار اپنی ازواج مطہرات میں سے ایک زوجہ مطہرہ کے ساتھ کوئی راز کی بات کہہ دی۔ انہوں نے اس کا ذکر دوسری ازواج سے کر دیا۔ حضور ﷺ اس زوجہ محترمہ سے استفسار کرتے ہیں تو وہ پوچھتی ہیں کہ آپ ﷺ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ میں نے یہ بات دوسری ازواج مطہرات کو بتا دی ہے حضور پرنور رحمۃ کائنات ﷺ فرماتے ہیں کہ "مجھے یہ خبر خدائے علیم وخبیر نے دی ہے"۔ آپ ﷺ کے اس ارشاد کے بعد قرآن کی سورہ التحریم کی آیت نمبر تین کا نزول ہوا جس میں اس واقعہ کا ذکر کیا گیا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ قرآن حکیم میں کہیں اس آیت کا ذکر ہی نہیں جس کے ذریعے آپ ﷺ کو وحی کی گئی ہو کہ آپ ﷺ کی زوجہ مطہرہ نے "راز کی بات" دوسری زوجہ مطہرہ سے کہہ دی ہو۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن پاک کے سوا یا وحی کے سوا اور ذرائع سے بھی اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو حال ومستقبل یا ماضی کے واقعات سے آگاہ کر دیتا تھا۔ "وحی کے علاوہ اور ذریعہ خبر" فی الحال ہمارا موضوع نہیں اس لئے اسے ہم یہیں چھوڑتے ہیں۔

بہترین انجام اور رتبہ بلند کی پیشین گوئی:

فرقان حمید کی سورہ القصص کی آیت 85 میں ارشاد ہوتا ہے

اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّکَ اِلٰی مَعَادٍ۔

اے نبی (ﷺ) یقین جانو! کہ جس نے یہ قرآن آپ (ﷺ) پر فرض کیا ہے، وہ آپ ﷺ کو ایک بہترین انجام تک پہچانے والا ہے۔"

اس آیت مبارکہ میں لفظ معاد آیا ہے جس کے لغوی معنیٰ یہ ہیں کہ "وہ مقام جس کی طرف آخرکار پلٹنا ہو" اللہ تعالیٰ اس لفظ کو اسم نکرہ کے طور پر استعمال کر کے یہ مفہوم پیدا کر دیا ہے کہ وہ بڑی شان، عظمت اور علو مرتبت کا مقام ہے۔

بعض مفسرین وشارحین قرآن حکیم نے اس لفظ سے "جنت" مراد لی ہے جس کی کوئی معقول دلیل موجود نہیں۔ اگر اس لفظ کو اسی طرح رہنے دیا جائے جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے تو پھر اس کے معانی میں "دین ودنیا" اور دنیا اور آخرت دونوں ہی شامل ہو جائیں گے۔ ہمارے خیال میں سیاق وسباق عبارت کا بھی یہی تقاضہ ہے۔ دراصل کفار مکہ کے جس قول پر آیت نمبر ۵۷ سے مسلسل بات چیت چلی آرہی ہے اس میں انہوں نے یہی کہا تھا کہ اے محمد ﷺ آپ ﷺ اپنے ساتھ ہمیں بھی لے ڈوبیں گے۔ اگر ہم آپ ﷺ کا فرمان تسلیم کر لیں تو سر زمین عرب پر ہمارا جینا حرام ہو جائے گا" اہل کفار کے اس جواب ۷۶ میں اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ نے فرمایا کہ "اے نبی! ﷺ جس نے اس قرآن کی علم برداری کا بار گراں آپ ﷺ پر ڈالا ہے وہ آپ ﷺ کو برباد نہیں ہونے دے گا، بلکہ آپ ﷺ کو اس مرتبہ بلند وبالا تک پہنچانے والا ہے جس کا یہ کفاران عرب تصور بھی نہیں کر سکتے۔ فی الواقع یہی کچھ پردہ قدرت سے ظہور پذیر ہوا۔ چند ہی برسوں میں تمام دوستوں اور دشمنوں نے دیکھ لیا کہ مکہ، مدینہ ہی نہیں، پورے عربستان تک یتیم وبیسر محمد ﷺ کو وہ مرتبہ اور عروج ملا کہ جو کسی کے سان وگمان میں بھی نہیں تھا۔ ہر طرف انہیں کا کلمہ گونج رہا تھا اور ہر سمت انہیں کا اسم گرامی لیا جا رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اقتدار بھی ایسا دیا کہ ان کے سامنے کوئی دم نہ مار سکتا تھا، مزاحمت کرنے والی تمام طاقتیں خاک میں مل گئیں اور جو باقی بچیں وہ آپ ﷺ کے قدموں میں سربسجود تھیں۔ اللہ تعالیٰ کی توحید کا پرچم ہر مقام ہر شہر اور ہر قریہ میں لہرا رہا تھا۔ عربوں کی تاریخ جاننے والے تسلیم کرتے ہیں کہ اس سے پہلے ایسا وقت کبھی نہ آیا جب پورے عرب پر ایک ہی حکمران کی قیادت وسیادت کا ڈنکہ بج رہا ہو۔ کسی کو ان سے سرتابی کی جرأت وہمت نہ تھی اور کوئی ان کا مدمقابل تھا۔ حیران کن امر یہ

ہے کہ اہل عرب محض سیاسی طور پر ہی آپ ﷺ کے حلقہ بگوش نہ تھے بلکہ ان کے قلوب بھی ان کی محبت میں مبتلا تھے اور ان کی روحیں ان کے دامِ الفت میں اسیر تھیں۔ آپ ﷺ نے پہلی بار تمام ادیان کا خاتمہ کر دیا اور سب کو اپنا پیروکار بنا لیا، نہ کہیں کوئی بت پرست رہا اور نہ کوئی بت گر اور نہ کوئی یہودی ہی باقی رہا۔ رہے عیسائی تو وہ پہلے ہی عرب میں نہ ہونے کے برابر تھے۔ کسی نے خوب کہا ہے:

یہ مرتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

حضور پر نور ﷺ کے لئے عطائے مقام محمود کی بشارت:

حضور نبی رؤف الرحیم، سرور کائنات اور فخر موجودات تاریخ انسانی میں ایسی شخصیت کے طور پر نظر آتے ہیں کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے دین و دنیا میں ہر لحاظ سے سرفراز فرمایا۔ ہم گزشتہ سطور میں ان کو عطا کردہ رتبہ بلند کا ذکر کر چکے ہیں اور یہ رتبہ بلند صرف دنیا میں نہ تھا بلکہ آخرت میں بھی انہی کا مقدر ٹھہرا۔

بنی اسرائیل کی آیت ۷۹ میں اللہ تعالیٰ کا فرمان عالی شان ہے:

عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

''بعید نہیں کہ آپ ﷺ کا رب، آپ ﷺ کو مقام محمود پر فائز کر دے''

فرمان الٰہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہر شئے پر محیط اور قادر و مختار ہے۔ اس کے حکم سے اور صرف ایک لفظ ''کن'' کہنے سے سب کچھ ہو جاتا ہے۔ وہ جسے چاہے عزت دے، مرتبہ دے، مقام بلند دے اور جسے چاہے ذلیل و رسوا کر دے، خاک میں ملا دے، حکمران ہو تو حکمرانی چھین لے، بادشاہ ہو تو سلطنت سے محروم کر دے۔ اگر چاہے تو کسی گدا کو اٹھا کر تخت شاہی پر فائز کر دے۔ تاریخ عالم میں ہر دو اقسام کی مثالیں موجود ہیں بلکہ آج کے دور میں بھی ہم ایسی مثالیں روز دیکھتے ہیں۔

اس آیت میں رسول امین و کریم کو بشارت دی جا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے بعید نہیں، یا پھر اس کے لئے مشکل نہیں کہ وہ آپ ﷺ کو موجودہ بے سروسامانی کی حالت سے نکال کر ایسا مقام بلند و بالا عطا کر دے کہ اس پر اہل دنیا حیران و ششدر رہ جائیں، ہر طرف سے لوگ آپ ﷺ کے لئے مدح و ستائش کر رہے ہوں اور ہر ادنیٰ و اعلیٰ، ہر چھوٹا بڑا، ہر مرد و زن، اور ہر پیر و جواں آپ ﷺ ہی حمد و ثنا میں مصروف ہو، اگر آج آپ ﷺ کے دشمن آپ ﷺ کے مخالفین و اعدا آپ ﷺ کی مخالفت کر رہے ہیں، آپ ﷺ کو ناروا اور نازیبا الفاظ سے یاد کر رہے ہیں، آپ ﷺ کی توہین کا سامان پیدا کر رہے ہیں، دعوت دین کے سلسلہ میں آپ ﷺ کی گفتار و تبلیغ پر خندہ و استہزا سے کام لیتے ہیں، ٹھٹھا کرتے ہیں، کبھی جادوگر کہتے ہیں تو کبھی آپ ﷺ کے پیش کردہ کلام کو شاعری سے تعبیر کرتے ہیں تو اس پر پریشان ہونے کی چنداں ضرورت نہیں، یہ مایوس ہونے کا بھی مقام نہیں، بلکہ ایک وقت ایسا آنے والا ہے کہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے ''مقام محمود'' عطا کر کے مزید سرفراز کرے گا۔ اس وقت یہ جھوٹے الزامات عاید کرنے والے، بہتان طرازی کرنے والے، اور خواہ مخواہ بدنام کرنے والے، خود نادم و شرمسار ہوں گے جبکہ پوری دنیا کے مکین آپ ﷺ کی تعریف و توصیف کریں گے۔ سارا جہاں آپ ﷺ کی مدح و ستائش سے گونج اٹھے گا۔ یہ وقت صرف اس دنیائے معلوم ہی میں نہیں آئے گا بلکہ دوسرے جہان میں، آخرت و عقبیٰ میں بھی آپ ﷺ کو ''مقام محمود'' عطا کیا جائے گا۔ یوم قیامت کو آپ ﷺ ہی کی شفاعت سے گنہگاروں، اور خطاکاروں کی بخشش ہو گی۔ یہ مقام شفاعت اور مقام محمودیت محض آپ ﷺ ہی کا حصہ ہے، آپ ﷺ کو تو اس روز ان گنت عنایات سے سرفراز کیا جائے گا۔

''مقام محمود'' کے بارے میں صرف قرآن کریم ہی میں ارشاد نہیں بلکہ متعدد احادیث سے بھی اس فرمان کی تائید مزید ہوتی ہے۔ مسلمان ہر اذان کے خاتمہ پر ایک ''دعا'' پڑھتے ہیں جس میں آپ ﷺ کو مقام محمود عطا کرنے کی اللہ تعالیٰ سے درخواست کی گئی ہے۔ اس دعا کا یہ مطلب نہیں کہ آپ ﷺ کو عطا کیا جانے والا مقام محمود ہماری دعاؤں کا محتاج ہے بلکہ دراصل یہ دعا کر کے ہم آپ ﷺ کی شفاعت کے حقدار ٹھہرتے ہیں اور اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہم آپ ﷺ کے غلام بے دام ہیں، اس لئے آپ ﷺ بروز قیامت ہم جیسے گنہگاروں، اور خطاکاروں کو بھی یاد رکھیں۔

قرآن کریم کی دعوت کا تسلط، غلبہ اور اشاعت:

قرآن مجید، اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب ہے۔ اس کا کلام، کلام برحق ہے جس میں کسی قسم کا کوئی شک و شائبہ نہیں۔ آغاز میں کفار مکہ قرآن کو تسلیم کرنے یا اس کلام الٰہی پر ایمان لانے سے نہ صرف گریزاں تھے بلکہ طرح طرح کے بہانے بنا رہے تھے، کبھی اسے تاریخی قصے کہتے اور کبھی اسے جادو یا سحر کا نام دیتے۔ حتیٰ کہ یہ الزام عائد کرنے سے بھی گریز نہ کرتے کہ آپ ﷺ یہ کلام خود گھڑ کر پیش کر دیتے ہیں۔ عہد

حاضر میں بھی معترضین کہتے ہیں کہ قرآن "طبع زاد ہے"۔ خلق قرآن کا فتنہ بھی اسی سلسلہ کی یادگار ہے جو خلیفہ ہارون الرشید اور مامون الرشید کے ادوار میں پیدا ہوا۔ چنانچہ کفار مکہ نے پوری طاقت اور دولت صرف کر دی کہ کلام الٰہی کی اشاعت نہ ہو سکے۔ ایام حج میں کفار، بیت اللہ میں آنے والے زائرین کو بہکاتے اور غلط کہتے ہیں کہ وہ حضرت محمد ﷺ سے ملاقات نہ کریں کیونکہ وہ ہمارے آباؤ اجداد کے دین کی مذمت کرتے ہیں اور ہمارے بتوں کو برا کہتے ہیں۔ غرض کہ کفار نے قرآن عظیم کی دعوت کی اشاعت کو روکنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی لیکن اس کے مقابلے میں، ناگفتہ بہ حالات کے باوجود قرآن فرماتا ہے کہ

سَنُرِيهِمْ آيٰتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ (حم سجدہ ۵۳)

"عنقریب ہم ان لوگوں کو آفاق میں نشانیاں دکھائیں گے اور ان کے نفس میں بھی۔ یہاں تک کہ ان پر یہ بات (روز روشن کی طرح) عیاں ہو جائے گی کہ یہ قرآن واقعی برحق ہے"

یہاں اللہ تعالیٰ نے "آفاق" کا لفظ ارشاد فرمایا ہے یعنی دعوت قرآنی، صرف مکہ یا مدینہ ہی میں نہیں، یا صرف عرب علاقوں ہی میں نہیں، شام و یمن میں نہیں، ایران و عراق یا مصر میں نہیں بلکہ تمام "آفاق" میں بھی پھیل جائے گی۔ یہاں تمام روئے زمین ہی کو ہی شامل نہیں کیا گیا بلکہ سات آسمانوں کو بھی شامل کیا گیا ہے،

عہد حاضر میں ہم دیکھ رہے ہیں کہ انسان جدید ٹیکنالوجی کی قوت سے، کرہ ارض سے نکل آسمانی وسعتوں میں پہنچنے کی کامیاب کوشش کر رہا ہے۔ وہ چاند کو تسخیر کر کے اس پر اپنے قدم ثبت کر چکا ہے اور اب اس کے سیٹلائٹ، مریخ تک پہنچ کر ان کی تصاویر لا چکے ہیں بلکہ اب یہ کوشش بھی جاری ہے کہ ان بلند و بالا سیاروں میں کسی نہ کسی طرح آکسیجن اور پانی دریافت کیا جائے تاکہ اگر انسان وہاں جائے تو وہاں زندہ رہ سکے۔ ان "امکانات" کا اللہ تعالیٰ کو پہلے ہی سے علم تھا، اس لئے اس نے صرف زمین کا نام لینے کی بجائے "آفاق" کہا، گویا کل کلاں اگر انسان ان خلائی سیاروں میں پہنچنے میں اور وہاں قیام کرنے میں کامیاب ہو گیا تو وہاں بھی اللہ تعالیٰ کا قرآن ضرور پہنچے گا۔ یہ دعوت الی الحق یقیناً وہاں بھی پھیل کر رہے گی۔

حکیم الامت، علامہ اقبال نے "جاوید نامہ" میں منصور حلاج کی زبان سے اس جانب بڑا بلیغ اشارہ کیا ہے۔

ہر کجا بینی جہان رنگ و بو
آں کہ خاکش از بروید آرزو
یا از نور مصطفیٰ ﷺ او را بہا امت
یا ہنوز اندر تلاش مصطفیٰ ﷺ است

"کائنات میں جہاں کہیں بھی یہ جہان رنگ و بو موجود ہوگا۔ جہاں بھی انسانی حیات موجود ہوگی، وہاں رحمت العالمین ﷺ کا فرمان اور اللہ کا دین بھی پھیلے گا کیونکہ یہی آخری دین اور آخری شریعت ہے"۔

ہر کہیں پیدا ہے شہر رنگ و بو
خاک سے جس کی ہو پیدا آرزو
ہے وہ ممنوں مصطفیٰ ﷺ کے نور کا
یا ہے وہ جویائے نور مصطفیٰ

(منظوم ترجمہ از حافظ اصغر حسین نظیر لودھیانوی)

خواہ وہ کرہ ارض پر ہو، یا کہیں اور، یا وہ دنیا میں جو ابھی "عالم دیدنی" میں نہیں آئیں مخفی ہیں اور پوشیدہ۔ غرض کہ کائنات میں ہر جگہ، رسالت مآب ﷺ کا نور موجود ہے اور ان کے پیغام پر لوگ عمل پیرا ہیں، یا پھر جہاں نور مصطفیٰ ابھی تک نہیں پہنچا، وہ لوگ اس کی تلاش میں سر گرداں ہیں۔ گویا یہ پیغام مصطفیٰ آئندہ دریافت ہونے والی تمام دنیاؤں میں بھی پہنچ کر رہے گا کیونکہ آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ اور آپ ﷺ کے بعد کوئی رسول، یا نبی نہیں آئے گا اس لئے اب ہر جگہ، ہر ملک میں، ہر شہر میں اور ہر دنیا میں انہی کا سکہ رواں دواں ہوگا۔ انہی کے لائے ہوئے قرآن کا پیغام سنا اور پڑھا جائے گا اور اس پر عمل کیا جائے گا۔

یعنی اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ ایک ایسا وقت آ کر رہے گا جب قرآن حکیم دعوت حق گرد و پیش کے تمام ممالک پر چھا جائے گی اور عرب و عجم کے تمام لوگ اس کے سامنے سرنگوں ہوں گے۔ اس وقت انہیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ آج جس کلام کو مان کر نہیں دے رہے وہ

سراسر حق سراسر سچ اور حقیقت پر مبنی تھا۔

بعض مفسرین نے اس مطلب ومفہوم پر یہ اعتراض وارد کیا ہے کہ دنیا میں بڑے بڑے علاقے یا ممالک زیر نگیں یا فتح کر لینا اس کے حق وسچ ہونے کی دلیل نہیں کیونکہ بعض اوقات باطل لوگ اور ان کی باطل دعوتیں بھی چھا جاتی ہیں جس طرح چین اور روس سمیت کئی ممالک میں کمیونزم کا غلبہ ہوا اور امریکہ ویورپ میں اہل باطل کا سود پر مشتمل سرمایہ دارانہ نظام قابض وغالب ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اور خلافت راشدہ کے ادوار میں اسلام کو جو حیرت افزا فتوحات حاصل ہوئیں وہ محض ممالک کی تسخیر نہ تھی بلکہ ان فتوحات کے جلو میں عظیم الشان مذہبی، اخلاقی اور فکری وذہنی، تہذیبی وسیاسی، اور تمدنی ومعاشرتی انقلاب موجود تھا جس نے لوگوں کی زندگیوں کو بدل کر رکھ دیا۔ یہ اثرات جہاں بھی پہنچے وہاں کی دنیا ہی بدل گئی۔ رنگ ڈھنگ بھی بدل گئے۔ دراصل انقلاب کی آمد سے انسان کے بہترین جوہر کھلتے ہیں اور بہترین صلاحیتیں بروئے کار آنے لگتی ہیں۔ چنانچہ انقلاب کے آتے ہی اس کے ساتھ ساتھ بدترین اوصاف اور برائیاں دبتی چلی گئیں اور ایک ایسا معاشرہ موجود میں آیا جس کی کہیں مثال نہیں ملتی۔ حیران کن امر یہ ہے کہ وہ اوصاف جو صرف تارک الدنیا لوگوں یا اولیاء اللہ میں موجود ہونے کا تصور تھا، وہ اب عام آدمیوں میں بھی دکھائی دینے لگے۔ کاروبار دنیا چلانے والے با اخلاق اور باکردار بن گئے۔ غرضیکہ حکمرانوں سے لے کر ایک ادنی سپاہی حتی کہ عام آدمی، بھی ایک ہی رنگ میں رنگے گئے۔ کوئی کسی کا حق نہ مارتا تھا، کوئی قتل ناحق نہ کرتا تھا، کوئی کسی کی غیبت نہ کرتا، کوئی کسی کی زمین نہ چھینتا، کوئی کسی کا بیٹا، بیٹی یا بیوی اغوا کر کے تاوان نہ مانگتا۔ کوئی کسی پر ناجائز ظلم روا نہ رکھتا۔ لوگ اوہام کی دنیا سے نکل معقولات کی دنیا میں آ گئے۔ خرافات دم توڑ گئیں اور ان کی جگہ اعلیٰ وبرتر اوصاف نے لے لی۔ رنگ ونسل کے تمام بت ٹوٹ گئے، کسی گورے کو کالے پر سبقت یا فوقیت نہ رہی، کوئی عربی، عجمی پر اولیت کا حامل نہ رہا۔ تمام انسان برابر تھے اور سب کے حقوق ایک جیسے تھے۔

''مجلس شوریٰ'' کے عنوان کے تحت ایک نظم میں علامہ اقبال، ابلیس کی زبان سے ''دین پیغمبر اسلام'' کے اوصاف بیان کرتے ہیں۔

الحذر! آئین پیغمبر ﷺ سے سو بار الحذر
حافظِ ناموس زن، مرد آزما، مرد آفریں
موت کا پیغام ہر نوع غلامی کے لئے
نے کوئی فغفور وخاقاں، نے فقیر رہ نشیں
کرتا ہے دولت کو ہر آلودگی سے پاک وصاف
منعموں کو مال ودولت کا بناتا ہے امیں
اس سے بڑھ کر اور کیا فکر ونظر کا انقلاب
بادشاہوں کی نہیں ، اللہ کی ہے یہ زمیں

عورتوں کی پستی اور حقوق سے محرومی کا معاملہ نہ رہا۔ جرائم نہ ہونے کے برابر ہو گئے۔ اونچ نیچ ذات پات اور چھوت چھات ختم ہو گئے۔ نہ کوئی محمود رہا اور نہ ایاز رہا۔ نہ کوئی آقا رہا اور نہ کوئی غلام، سبھی ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے۔ طوائف الملوکی کی جگہ نظم ونسق آ گیا، ایک عام آدمی حضرت عمر ؓ جیسے خلیفہ سے پوچھنے لگا کہ آپ کے کرتے کے لئے دو چادریں کہاں سے آئیں جبکہ ہر مسلمان کو صرف ایک چادر ملی ہے۔ خلیفہ وقت جواب دہی کا پابند ہے۔ یہ اور اس قسم کی ان گنت اچھائیاں عام ہو گئیں۔

یہ تھیں وہ نشانیاں اور علامتیں جو نبی کریم ورحیم، اس آیت درج بالا کی تلاوت کرتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ حیران کن امر یہ ہے ان نشانیوں کے دکھانے کا سلسلہ آج تک جاری ہے۔ مسلمانوں نے اپنے دور زوال میں بھی جن اخلاق کریمانہ کا مظاہرہ کیا، تہذیب وتمدن کے علمبردار ابھی تک اس کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکے۔ تہذیب وتمدن کے ٹھیکیداروں نے افغانستان وعراق میں جتنے بے گناہ مرد وزن قتل کئے ہیں، مسلمانوں نے 1500 سو سال میں اس قدر نہیں مارے۔ اس کی مثال ہندوستان میں ملتی ہے جہاں مسلمانوں نے 800 سال حکومت کی لیکن مسلمان پھر بھی اقلیت ہی میں رہے، اس کے مقابلے میں سپین میں بھی مسلمان 800 سال حکمران رہے لیکن جب زوال پذیر ہوئے اور جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں نے ان کی جگہ لی تو اس قدر قتل وغارت کا بازار گرم کیا یا ظلم وستم کئے کہ آج پورے سپین میں ایک بھی مسلمان موجود نہیں، یہ ہے اہل کتاب کی رواداری اور تہذیب جس کا وہ دن رات دعوی کرتے ہیں۔ فلسطین، کشمیر، بوسینا، چیچنیا، فلپائن و برما اور ہندوستان میں آج بھی مسلمانوں کے ساتھ کیا سلوک روا رکھا جا رہا ہے، وہ روشن دلیل ہے۔

اسلام اور قرآن کی یہ دعوت انشاء اللہ آئندہ ادوار میں بھی چھا کر رہے گی۔ اس کا غلبہ ضرور ہوگا۔ اس کی مثال اس امر سے ملتی ہے کہ یورپ وامریکہ میں اگرچہ مسلمانوں کا جینا حرام کر دیا گیا ہے۔ اس کے باوجود، وہاں لوگ قرآن پڑھ کر مسلمان ہو رہے ہیں اور روز بروز ان کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے جس پر اہل باطل خود پریشان وحیران ہیں کہ اسلام، قرآن اور مسلمان کو بدنام کرنے، انہیں دہشت گرد، جنونی اور جنگجو، وحشی قرار دینے کے باوجود لوگ دائرہ اسلام میں کیوں آ رہے ہیں؟ افغانستان میں طالبان کی قید میں رہنے والی برطانوی صحافیہ یوآن ریڈلی، اب مسلمان ہوگئی ہے اور وہ کہتی ہے طالبان کے حسن سلوک سے متاثر ہو کر اس نے قرآن پڑھا اور آج وہ بحمد اللہ مسلمان ہے اور اسے اس پر فخر بھی ہے بلکہ ان کے لئے نشان عبرت یہ ہے کہ وہ نومسلم خاتون اسلام کی اشاعت وتبلیغ کے لئے دن رات کوشاں ہے۔

☆☆☆

حضرت پیر سید شبیر علی شاہ صاحب

زیب سجادہ دربارِ عالیہ چورہ شریف

وجیہ صورت، گلاب جیسی رنگت، سر پر سیاہ رنگ کا عمامہ، افغانوں جیسی ڈیل ڈول، مہمان نوازی میں خاص رکھ رکھاؤ، گفتگو میں بڑے نپے تلے الفاظ، کردار میں یک رنگی، عقیدہ اور مسلک کے بارے میں دوٹوک اور مصلحت آمیزی سے کوسوں دور، ہر ملنے والے سے شفقت ومحبت اور خندہ پیشانی سے پیش آنے والی شخصیت، یہ ہیں عزت مآب پیر طریقت پیر سید شبیر علی شاہ صاحب مدظلہ العالی زیب سجادہ دربارِ عالیہ چورہ شریف (ضلع اٹک) جن کا سلسلہ نسب طریقہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے عظیم شیخ حضرت خواجہ نور محمد چوراہی رحمۃ اللہ علیہ تاجدار چورہ شریف سے جا ملتا ہے۔ خواجہ نور محمد چوراہی سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے نامور شیخ طریقت تھے جو افغانستان کے علاقہ وادی تیراہ سے ہجرت فرما کر پاکستان کے ضلع اٹک کی سرزمین چورہ شریف میں سکونت گزیں ہوئے اور پھر آپ کی اولاد کی وساطت سے سلسلہ عالیہ مجددیہ پنجاب، سرحد اور آزاد کشمیر کے طول وعرض میں پھیلتا چلا گیا۔ ادارہ دلیل راہ نے آپ کے حالات زندگی جاننے اور ان کے خیالات قارئین دلیل راہ تک پہنچانے کی غرض سے قبلہ پیر صاحب سے ملاقات کی درخواست کی۔ آپ نے کمال شفقت کے ساتھ وقت عنایت فرمایا۔ راقم الحروف قلم دوست ساتھیوں علامہ قاری محمد اسلم ضیائی، علامہ صاحبزادہ محمد عثمان غنی اور علامہ صاحبزادہ رضاء المصطفیٰ نورانی کے ساتھ پیر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس موقع پر آپ سے جو گفتگو ہوئی وہ ہم قارئین کی خدمت میں سوال وجواب کی صورت میں پیش کر رہے ہیں۔ (عبدالمجید مغل)

✿ دلیل راہ: آپ کی جائے پیدائش کیا ہے اور اس وقت عمر کتنی ہے؟

☆ پیر صاحب: میری جائے پیدائش چورہ شریف ہے۔ تاریخ پیدائش کے بارے میں یقینی طور پر کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن جو معلومات مجھ تک پہنچی ہیں اس کے مطابق میری پیدائش ۱۹۴۷ء میں ہوئی۔ اس لحاظ سے اس وقت میری عمر اکسٹھ سال ہے۔

✿ دلیل راہ: بچپن کیسا اور کس ماحول میں گزرا؟

☆ پیر صاحب: بچپن چورہ شریف میں گزرا۔ کیسا گزرا اس بارے میں یہی کہوں گا کہ میرا تعلق چونکہ ایک دینی اور روحانی گھرانے سے تھا لہٰذا حسب روایت ہماری تربیت کا آغاز ماں کی گود سے ہی ہو جاتا ہے۔ ہمارے گھرانوں کے کچھ اپنے تقاضے ہوتے ہیں۔ اُن تقاضوں کو ملحوظ خاطر رکھنا لازم ہوتا ہے۔

✿ دلیل راہ: حضرت آپ اپنی تعلیم کے ضمن میں کچھ تفصیلات دینا پسند فرمائیں گے؟ اور یہ بھی کہ کن کن اساتذہ سے استفادہ کیا ہے؟

☆ پیر صاحب: سکول کی ابتدائی تعلیم یعنی پانچویں جماعت تک چورہ شریف کے سکول میں حاصل کی۔ سکول میں دو اساتذہ رشتہ میں میرے چچا لگتے تھے۔ غالباً ۱۹۵۹ء میں، میں چکوال کے ایک سکول میں چھٹی کلاس میں داخل ہوا، بعدازاں ضلع سیالکوٹ کے ایک قصبہ جوڑا سیاں منتقل ہوا اور قریب کے قصبہ متراں والی کے ایک سکول میں ساتویں جماعت میں داخلہ ہوا۔ جوڑا سیاں گاؤں سے روزانہ سکول بائیسکل پر جاتا تھا۔ آٹھویں جماعت تک وہیں تعلیم مکمل کی۔ اس کے بعد گوجرانوالہ منتقل ہوا اور اگلی دو جماعتیں یعنی نہم اور دہم گوجرانوالہ میں عطا محمد اسلامیہ ہائی سکول سے پاس کیں۔ وہاں پر ہی ایک عالم دین مولانا مفتی محمد بشیر صاحب ہوا کرتے تھے جو کہ دارالعلوم دیوبند سے فارغ التحصیل تھے۔ گوجرانوالہ کے ممتاز علماء میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ انہوں نے مجھے کہا کہ دنیوی تعلیم تو آپ حاصل کر رہے ہیں اور جب تک ضروری سمجھیں کرتے رہیں لیکن کیا ہی اچھا ہو اگر دینی تعلیم کے حصول کی طرف بھی بڑھیں۔ دینی تعلیم اس لئے بھی ضروری ہے کہ تمہارا تعلق ایک دینی اور روحانی خانوادہ سے ہے اور دینی تعلیم آپ کے لئے اشد ضروری ہے۔ ان کے شوق دلانے سے میں ابتدائی طور پر وہاں کے ایک قاری محمد اسماعیل صاحب سے قرآن مجید کا کچھ حصہ حفظ کرنا شروع کیا، چنانچہ میں نمازِ عصر کے بعد روزانہ قرآن مجید حفظ کرتا۔ اسی دوران میٹرک تک تعلیم مکمل ہوئی لیکن میرا رجحان تبدیل ہوا اور دینی تعلیم کو حاصل کرنے کا ارادہ کر لیا۔ میں نے اپنے بڑے بھائی پیر محمد کبیر علی صاحب سے مشورہ کیا تو انہوں نے بھی حوصلہ افزائی فرمائی اور یوں میں ان کی اجازت سے دینی تعلیم کے حصول کے لئے لاہور منتقل ہو گیا۔ لاہور میں ایک مدرسہ جسے "درس حضرت وڈے میاں صاحب" کہا کرتے تھے وہاں اساتذہ میں قاری محمد بشیر انجم سیالوی، سینئر قاری غلام محمد سیالوی تھے، ان سے استفادہ کیا۔ بعدازاں گھر والوں کی اجازت سے جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو میں داخلہ لے لیا۔ یہ غالباً 1961ء کی

بات ہے۔ مفتی محمد حسین نعیمی جو کہ جامعہ نعیمیہ کے مہتمم تھے، بڑے شفیق استاد تھے۔ انہوں نے بڑی شفقت اور پیار دیا۔ جامعہ نعیمیہ میں جن اساتذہ سے استفادہ کیا ان میں مفتی محمد اشرف سیالوی، علامہ عبدالحکیم شرف قادری اور شیخ الحدیث مولانا نصراللہ افغانی جیسی عظیم شخصیات شامل تھیں۔ مفتی عبدالقیوم ہزاروی (آج کل ادارہ منہاج القرآن کے ساتھ وابستہ ہیں) سے ابتدائی کتب پڑھیں۔ پاکستان کے نامور قاری جناب قاری غلام رسول صاحب قرأت کی مشق کروایا کرتے تھے۔ ان کے ساتھ حافظ محمد شفیع بھی ہوتے تھے۔ جامعہ نعیمیہ کے موجودہ مہتمم ڈاکٹر سرفراز نعیمی صاحب اس وقت بہت کم عمر تھے۔ مولانا نصراللہ افغانی بڑے متقی اور شفیق استاد تھے، صوفی منش عالم دین تھے۔ شب بیدار اور تہجد گزار تھے انہوں نے بہت شفقتوں سے نوازا۔

✿ دلیل راہ: دورانِ تعلیم آپ کا شمار کس سطح کے طلبہ میں ہوتا تھا، ذہین یا متوسط؟

☆ پیر صاحب: اس بارے میں کچھ نہیں کہنا چاہوں گا۔ ویسے بھی اگر اپنے منہ یہ کہوں کہ میں ایک لائق طالب علم تھا تو مناسب نہیں اور نہ ہی اساتذہ اس طرح سب کے سامنے کسی ایک کی تعریف کیا کرتے تھے البتہ اساتذہ کی شفقت بہت زیادہ تھی۔ مفتی محمد حسین نعیمی کا رویہ بہت مشفقانہ ہوتا تھا اور ان کی نصیحت ہمیشہ یہ ہوتی تھی کہ اپنے آپ کو کبھی بھی لائق نہ سمجھنا اور نہ ہی حصول تعلیم سے کبھی ریٹائر ہونا بلکہ ہمیشہ اپنے آپ کو طالب علم ہی سمجھنا۔

✿ دلیل راہ: آپ کے پسندیدہ استاد جن سے آپ کا قلبی لگاؤ تھا وہ کون ہیں؟

☆ پیر صاحب: شیخ الجامعہ علامہ مفتی محمد حسین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ بہت شفیق استاد تھے۔ ہمیشہ ہر معاملہ میں رہنمائی اور تعاون فرماتے تھے۔ مفتی محمد اشرف سیالوی ایسے استاد تھے کہ تعلیمی اوقات کے علاوہ دن رات کے کسی بھی وقت ان سے ملیں محبت اور شفقت سے پیش آتے۔ علامہ عبدالحکیم شرف قادری صوفی منش عالم دین تھے، سادگی اور متانت کا ایک نمونہ تھے۔ طلبہ کو باعمل مسلمان بننے کی ہدایت کیا کرتے تھے۔ ایک اور ہمارے استاد تھے مفتی عبدالعزیز بدایونی بڑی کامل شخصیت تھے، حافظ، قاری تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی سنتوں کی مکمل پابندی بلکہ مستحبات کا بھی پورا خیال رکھنے والے۔ انہوں نے قرآن مجید کی تفسیر بھی لکھی تھی جو اس دور میں تو نہیں مگر اب کسی ادارہ نے شائع کی ہے۔

✿ دلیل راہ: آپ نے دورانِ تعلیم مدارس کے ماحول کا قریب سے مشاہدہ کیا، نیز اس دور اور آج کے مدارس کے ماحول میں آپ کیا فرق محسوس کرتے ہیں؟

☆ پیر صاحب: اس وقت کے مدارس میں اور آج کے مدارس کے ماحول میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ اس وقت دینی تعلیم کا بنیادی مقصد مکمل دینی تعلیم کا حصول اور دوسرا عالم باعمل بننا تھا جبکہ اب ترجیحات بدل گئی ہیں۔ آج کے دور میں دینی مدارس کے طلبہ کی اولین ترجیح ایک کامیاب خطیب بننا ہے۔ باقی رہا معاملہ مدارس میں سہولیات کا تو میں کہوں گا کہ ہمارا دور تو عسرت، تنگی اور وسائل کی کمی کا دور تھا۔ اساتذہ دنیوی آسائشات سے قطع نظر جذبہ خدمت دین سے طلبہ کو محنت سے پڑھاتے تھے اور طلبہ بھی اخلاص کے ساتھ محض اللہ کی رضا اور اپنی اصلاح کے جذبہ کے تحت دینی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ تنگی ترشی میں وقت گزارتے مگر تعلیم کے حصول میں ثابت قدم رہتے تھے۔ آج تو مدارس میں آسائشوں کی بھرمار ہے۔ کھانے کا بہترین انتظام، ٹھنڈے پانی کے لئے کولر، فریزر، کپڑے دھونے کے لئے واشنگ مشینیں، بجلی کی سہولت، قیام وطعام کا اچھا انتظام، پہننے کے لئے بہترین لباس وغیرہ۔ ہمارے دور میں وسائل نہ تھے اور پابندیاں بھی ہوتی تھیں۔ مثلاً میں اپنے علاقہ کی روایت کے مطابق ایک مرتبہ ایسی ٹوپی پہن کر کلاس میں چلا گیا جسے پٹھانی ٹوپی کہا جاتا ہے جو صرف پٹھان ہی پہنتے تھے اور پنجاب میں پہننے کا رواج نہیں تھا۔ لہٰذا مجھے دارالعلوم میں وہ ٹوپی پہننے سے روک دیا گیا۔ سارے طلبہ کپڑے کی سادہ سی ٹوپی پہنتے تھے۔ یہ جالی دار ٹوپی بھی اس وقت نہیں ہوتی تھی۔

✿ دلیل راہ: آپ اکثر سیاہ رنگ کا عمامہ سر پہ رکھتے ہیں۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی نے سیاہ عمامہ کی وجہ سے آپ پر شیعہ ہونے کا فتویٰ لگایا ہو کیونکہ راولپنڈی کی تاریخ میں سب سے پہلے علامہ سید ریاض حسین شاہ نے سیاہ رنگ کا عمامہ استعمال کرنا شروع کیا تو علماءِ اہل سنت کی جانب سے شیعہ ہونے کا طعنہ سننا پڑا۔

☆ پیر صاحب: دورانِ تعلیم تو میں نے یہ رنگ استعمال نہیں کیا مگر بعد ازاں میں نے ایک کتاب پڑھی "کتاب الوفاء فی احوال المصطفیٰ" جس کا ترجمہ مفتی محمد اشرف سیالوی نے فرمایا ہے۔ اس میں میں نے پڑھا کہ فتح مکہ کے موقع پر رسول کریم ﷺ جب مکہ شریف میں داخل ہو رہے تھے تو آپ کے سرِ اقدس پر سیاہ رنگ کا عمامہ تھا۔ اس وقت سے میں سیاہ رنگ کا عمامہ اکثر استعمال کرتا ہوں بلکہ میں تو سیاہ رنگ کا لباس بھی پہنتا ہوں۔ اس لیئے بھی کہ میرے والد گرامی سیاہ رنگ کا لباس پہنا کرتے تھے اور اسی مناسبت سے انہیں سیاہ پوش بھی کہا جاتا تھا۔ جبکہ میرے دادا حضرت باباجی سفید رنگ کا لباس پہنتے اور کندھے پر سیاہ رنگ کی چادر رکھتے تھے۔

✿ دلیل راہ: آپ خود بھی ماشاء اللہ عالمِ دین ہیں۔ کیا سیاہ رنگ پر فتویٰ لگانے والے علماء نے شمائل ترمذی کی وہ احادیث نہیں پڑھ رکھی تھیں جن میں حضور رسالت مآب ﷺ کے عمامہ شریف کے رنگ کے حوالے سے یہ ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے سیاہ، سفید، اور پیلے رنگ استعمال فرمائے ہیں؟

☆ پیر صاحب: یہ محض تنگ نظری ہے۔ کیا ہم فقط اس لیئے سیاہ رنگ کا عمامہ استعمال کرنا ترک کر دیں کہ شیعہ علماء اس رنگ کا عمامہ باندھتے ہیں، بلکہ حضور ﷺ کی سنت سمجھ کر سیاہ رنگ استعمال کرنا چاہیئے۔ لاہور سے ایک اردو روزنامہ "کوہستان" کے نام سے شائع ہوتا تھا۔ اب مجھے لکھنے والے کا نام تو یاد نہیں لیکن محرم الحرام کے سلسلہ میں اخبار کا ایڈیشن شائع ہوا۔ اس ایڈیشن کے ایک مضمون میں میں نے یہ پڑھا کہ امام حسین علیہ السلام کی اولاد کو سیاہ رنگ کا عمامہ استعمال کرنا چاہیئے۔ یہ جہاد، جذبہ حریت کی علامت ہے اور سرکار رسالت مآب ﷺ کی سنت تو ہے ہی۔ انگلینڈ میں بھی ایک مرتبہ میرے اوپر کچھ علماء نے اعتراض کیا تھا، بعد ازاں کبھی اعتراض نہیں ہوا۔

✿ دلیل راہ: آپ ایک نامور دینی و روحانی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ برصغیر اور بالخصوص پاکستان میں آپ کے بزرگوں کی بہت زیادہ دینی اور روحانی خدمات ہیں۔ اس بارے میں آپ سے اجمالاً تذکرہ سننا چاہیں گے؟

☆ پیر صاحب: ہمارے جدامجد حضرت باباجی نور محمد چوراہی افغانستان کے علاقہ تیراہ سے 1867ء میں چورہ کی وادی میں تشریف لائے۔ آپ کے ساتھ آپ کے ایک بھائی بھی تھے باباجی نور محمد جو کہ بنوں روڈ پر دار سمند کے مقام پر آباد ہوئے۔ حضرت باباجی نور محمد یہاں منتقل ہونے کے ایک سال بعد انتقال فرما گئے۔ آپ کے دو صاحبزادے تھے ایک حضرت سید دین محمد المعروف حضرت ملاجی اور ان کے چھوٹے بھائی حضرت باباجی فقیر محمد، حضرت باباجی فقیر محمد نے زیادہ تر کشمیر کے علاقہ میں کام کیا۔ جبکہ حضرت باباجی دین محمد نے پنجاب کو اپنی توجہ کا مرکز بنایا۔ حضرت باباجی فقیر محمد کے خلفاء میں سے ایک خواجہ حاوی نامدار بتھیال شریف، دوسرے خواجہ خان عالم صاحب باؤلی شریف، تیسرے باباجی نظام الدین کیاں شریف (آزاد کشمیر) اور چوتھے پیر سید جماعت علی شاہ صاحب علی پوری تھے۔ میرا سلسلہ نسب باباجی فقیر محمد صاحب سے جاملتا ہے۔ میرے والد محترم سیاہ لباس زیب تن فرماتے تھے اور سیاہ پوش کے نام سے ہی مشہور تھے۔ بودوباش بھی بہت سادہ تھی۔ ڈھوک مٹمین میں آپ نے ایک کٹیا بنائی اور اس میں رہائش رکھی البتہ مہمانوں کے لئے ساتھ دو کمرے تعمیر کروائے ہوئے تھے۔ مہمانوں کی خدمت کے لئے دو خادم وہاں مامور تھے۔ رات کو تنہائی پسند کرتے تھے۔ کسی کو کٹیا میں داخل ہونے کی اجازت نہیں تھی۔ لالٹین بھی پشت کی طرف رکھتے تاکہ سامنے روشنی نہ ہو۔ نمازِ عصر کے بعد لنگر پیش کیا جاتا، نمازِ مغرب کے بعد درس دیا کرتے تھے۔ ساتھ ہی ایک بہت خوبصورت شاندار مسجد تعمیر کروائی۔ مسجد کے آداب کا بہت زیادہ خیال رکھتے تھے اور رات مسجد میں قیام کرنے والوں کو حکم دیتے تھے کہ باوضو سوئیں اور جیسے ہی رات کو آنکھ کھلے پھر وضو تازہ کریں اور سوئیں۔ درود شریف کی زیادہ تلقین فرماتے تھے۔ کبھی کبھار سورہ یٰسین پڑھنے کی ہدایت فرماتے۔ ایک بات کا مجھے بہت افسوس ہے کہ بزرگانِ چورہ شریف پر تحریری کام نہیں ہوا۔ صوفیاءِ کرام میں سب سے زیادہ ناانصافی بزرگانِ چورہ شریف کے ساتھ ہوئی ہے۔ وہاں سے فیض لینے والوں نے اور خلافتیں حاصل کرنے والوں نے اپنے آستانوں کو چمکایا اور خوب چمکایا لیکن بھولے سے بھی چورہ شریف کا تذکرہ نہیں کیا۔ چورہ شریف کے بزرگانِ دین ایسے ہی مظلوم ہیں جیسے خلفاءِ راشدین میں سے

حضرت عثمان غنیؓ کہ باقی حضرات خلفاء کا تذکرہ ہوتا ہے۔ایام بھی منائے جاتے ہیں لیکن سیدنا عثمان غنیؓ کا تذکرہ کم ہی ہوتا ہے۔

✿ دلیل راہ: آپ کا حلقہ ارادت کتنا وسیع ہے؟

☆ پیر صاحب: جب میں کسی کی بیعت لیتا ہوں۔ تلقین کرنے کے بعد نام پوچھتا ہوں، نہ تو کوئی رجسٹر بنا رکھا ہے اور نہ ہی کوئی تعداد بتا سکتا ہوں۔ مبالغہ آرائی سے بھی کام نہیں لوں گا لیکن صاف سی بات یہ ہے کہ میری طبیعت ایسی نہیں ہے۔ بے شمار لوگوں نے بیعت کر رکھی ہے۔ کئی مرتبہ ایسے بھی ہوا کہ دوران سفر کسی نے اصرار کیا تو اسے بیعت کر لیا۔ کبھی مسجد نبوی، حرم مکہ میں کئی ایسے لوگوں نے بھی بیعت کی کہ جن سے کوئی تعارف بھی نہیں تھا۔ اس پر مزید یہ کہ میرے ہاتھ پر بیعت کرنے والے جتنے بھی دوست ہیں میں انہیں اپنا مرید نہیں کہتا۔ یہ ہمارے بزرگوں کی تعلیمات کے خلاف ہے۔ حضرت باباجی کے دور میں تھی، بعدازاں دوست اور اب ہم پیر بھائی کہتے ہیں۔

✿ دلیل راہ: اپنے عقیدت مندوں کی تعلیم و تربیت کے حوالے سے آپ کے ہاں کیا اہتمام ہے؟

☆ پیر صاحب: بات یہ ہے کہ آج کے دور میں لوگوں کی توجہ پچانوے فیصد دنیا اور پانچ فیصد دین کی طرف ہے۔ اب وہ لوگ نہیں رہے جو مشقت اٹھا سکیں اور مجاہدہ کر سکیں، البتہ ہمارے ہاں جتنے بھی دوستوں کا آنا جانا ہے ان کی تعلیم و تربیت کے لئے میں نے ماہانہ سلسلہ درس شروع کر رکھا ہے۔ موقع محل اور ضرورت کے مطابق ان کی رہنمائی کی جاتی ہے۔

✿ دلیل راہ: ایک مسلمان کی تعلیم و تربیت میں خانقاہی نظام کی اہمیت اور کردار کیا ہے؟ نیز یہ کہ خانقاہ کے ساتھ دارالعلوم کا ہونا کس قدر اہمیت کا حامل ہے؟

☆ پیر صاحب: خانقاہوں کے ساتھ دارالعلوم کا ہونا یقیناً فائدہ مند ہے۔ لیکن یہ بھی خیال رہے کہ علم محض دارالعلوم سے ہی نہیں ملتا بلکہ نظر اور توجہ سے بھی ملتا ہے۔ شریعت کی تعلیم بہت ضروری ہے اس لئے کہ انسان کو حرام حلال کا علم ہونا چاہیے لیکن تاریخ ہمارے سامنے ایسی تصویر بھی پیش کرتی ہے کہ خانقاہوں سے ایسے ایسے نگینے تیار ہوئے جنہوں نے بظاہر دینی تعلیم کسی دارالعلوم سے حاصل نہیں کی تھی لیکن بے بہا علمی خزانے ہمارے لئے چھوڑ گئے۔ مثلاً پیر عبدالرحمٰن چھوہروی نے فصیح و بلیغ عربی میں تیس پارے درود شریف تصنیف فرمائے۔

✿ دلیل راہ: ہمارے ہاں بہت سی خانقاہوں میں بگاڑ آچکا ہے۔ سجادہ نشین حضرات کا طرز زندگی اور بے عملی کو بنیاد بنا کر بدعقیدہ عناصر صوفیاءِ کرام کے خلاف زہر اگلتے ہیں۔ خانقاہوں میں پائی جانے والی ان خرابیوں کو دور کرنے کا قابل عمل فارمولہ کیا ہو سکتا ہے؟

☆ پیر صاحب: میں تو دعا ہی کر سکتا ہوں کہ ان کو اللہ سمجھ عطا فرمائے کہ وہ آباؤاجداد کے طریقہ کو ہی اختیار کریں۔ اللہ کرے انہیں یہ بات سمجھ میں آجائے کہ ان کے بزرگوں کا طریقہ ہی اصل اور قبولیت کا طریقہ تھا۔ جب خانقاہ نشین دنیاداروں کی خواہشات کو پیش نظر رکھ کر خانقاہوں کے معاملات چلائیں گے تو یقیناً خرابیاں ہی پیدا ہوں گی۔ اصلاح کی ایک ہی صورت ہے کہ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی اور اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی کے نظریات کو بنیاد بنایا جائے۔

✿ دلیل راہ: آپ فرما رہے ہیں کہ حضرت مجدد الف ثانی اور اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی کے نظریات کی روشنی میں اصلاح کی جائے۔ یہاں علماءِ کرام اور مشائخ بھی دو گروہوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ کچھ وہ ہیں جو حضرت مجدد الف ثانی کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ ان کے نظریات سے وہابیوں کو قوت اور پذیرائی ملی ہے اور کچھ وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ احمد رضا خان بریلوی مجدد نہیں ہیں۔ آپ اس بارے میں کیا نقطہ نظر رکھتے ہیں؟

☆ پیر صاحب: اس قسم کی لغویات کہنے والے احمق اور جاہل ہیں۔ محض تعصب کا شکار ہیں اور دونوں گروہ بزرگوں کی تعلیمات اور نظریات سے نابلد ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی نے جس دور میں شریعت رسول اکرم ﷺ کو غالب کرنے کیلئے علم جہاد بلند کیا وہ اس دور کی ضرورت تھی

اس لئے کہ حکمران خود اسلام کی بنیادی تعلیمات اور عقائد کو مسخ کرنے پر تلے ہوئے تھے اور حکومتی طاقت واختیارات کے سامنے حضرت مجدد الف ثانی استقامت پر پہاڑ بن کر کھڑے رہے۔ تکالیف برداشت کیں، جیل میں کئی برس گزارے لیکن دین اسلام کی حفاظت کے لئے طاغوت کے سامنے نہ جھکے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان کے دور میں ضرورت مختلف تھی۔ یہاں کچھ لوگوں نے حضور رسالت مآب ﷺ کی شان میں گستاخی کا ارتکاب کیا تھا اور رسول اکرم ﷺ کی ذات کے ساتھ اہل ایمان کی عقیدت ومحبت کے رشتے کو کمزور کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت نے عشقِ رسول ﷺ کی بات کو قوت دی۔ دونوں بزرگوں نے اپنے اپنے دور کی ضروریات کے مطابق جدوجہد کی ہے۔ اگر حضرت مجدد الف ثانی نے شریعت رسول ﷺ کے لئے کام کیا ہے تو یہ ہر مسلمان اور بالخصوص علماء ومشائخ پر بدرجہ اتم ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ دین اسلام کی حفاظت کریں۔ کیا شریعت رسول ﷺ کی پابندی کی بات کرنا وہابیت ہے؟ دونوں بزرگوں کے حوالے سے مغائرت ظاہر کرنے والے دراصل اہل سنت کے دشمن ہیں۔ ایک بات اور دیکھیں کہ پاکستان میں اعلیٰ حضرت پر تحقیقی اور تحریری کام سب سے زیادہ جس شخصیت نے کیا وہ ڈاکٹر محمد مسعود ہیں اور ڈاکٹر صاحب سے بڑا کون مجددی ہے؟ اس لئے میری گزارش ہے کہ جاہل لوگوں کی لغویات پر توجہ نہ دی جائے۔

✪ دلیل راہ: آپ نے کبھی ملکی سیاست میں حصہ لیا ہو یا کبھی سیاسی الیکشن لڑا ہو؟

☆ پیر صاحب: کبھی نہیں، نہ عملی سیاست میں حصہ لیا اور نہ ہی الیکشن لڑا، البتہ سیاسی حالات کی نبض پر ہاتھ ضرور رہتا ہے۔ نظر رکھتا ہوں لیکن عملاً ہمیشہ لاتعلق رہا ہوں۔

✪ دلیل راہ: سیاسی حوالے سے پاکستان کی کسی سیاسی جماعت سے ہمدردیاں ہوں یا کبھی ماضی میں رہی ہوں؟

☆ پیر صاحب: شروع دن سے ہی مسلم لیگ سے ہمدردی رہی ہے لیکن اب نہیں اس لیے کہ کون سی مسلم لیگ۔ جمعیت علماء پاکستان کے ساتھ وابستگی تھی جب اس کی قیادت ۱۹۶۲ء میں سید صاحب کے پاس تھی، پھر سید فیض الحسن شاہ کے دور میں بھی ذہنی ونظریاتی وابستگی رہی ہے اور جب خواجہ قمر الدین سیالوی اس کے صدر تھے اس وقت بھی تعلق رہا ہے۔ اگر سچ کہوں تو جمعیت کا اصل دور وہی تھا، شیخ الاسلام صاحب کے بعد جمعیت کا زوال شروع ہو گیا اور پھر اس وقت سے لے کر آج تک ٹکڑے در ٹکڑے۔ تنظیمی سپرٹ اور مشنری جذبہ ختم ہو گیا ہے۔

✪ دلیل راہ: جماعت اہل سنت پاکستان کے ساتھ آپ کی وابستگی کب سے ہے؟

☆ پیر صاحب: جماعت اہل سنت اور جمعیت علماء پاکستان کا باضابطہ رکن کبھی بھی نہیں رہا ہوں اور لطف کی بات یہ کہ کبھی کسی نے مجھ سے ان جماعتوں کا رکنیت فارم بھی پر نہیں کروایا۔ ذہنی اور نظریاتی وابستگی رہی ہے حسب موقع تعاون بھی کرتا ہوں۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ شروع میں صرف جمعیت ہی ہوتی تھی لیکن جب جمعیت میں گروہ بندی شروع ہوئی تو علامہ خدا بخش اظہر، علامہ سید احمد سعید کاظمی کے پاس حاضر ہوئے عرض کیا کہ جمعیت ملکی سیاست میں دخیل ہو گئی ہے اور اختلاف کا بھی شکار ہے۔ لہٰذا اس وقت ضرورت ہے کہ مسلکی حوالے سے کوئی تنظیم تشکیل دی جائے۔ چنانچہ میری معلومات کے مطابق علامہ سید احمد سعید کاظمی، علامہ خدا بخش اظہر، حنیف طیب اور علامہ محمد اقبال اظہری وغیرہ نے شروع میں جماعت اہل سنت کا کام کیا۔ لیکن سچی بات یہ ہے کہ ان جماعتوں کے اجلاسوں میں جو کچھ ہوتا تھا وہ کوئی قابل تعریف کام نہیں بالخصوص سامنے آ کے حضرت، علامہ، مولانا کہنا، تعریفیں کرنا اور بعد ازاں انہی کے خلاف بدزبانی کی جاتی ہے۔ یعنی قول وفعل میں تضاد نہیں ہونا چاہیے، بلکہ بڑے چھوٹوں پر شفقت کریں اور چھوٹے بڑوں کے احترام کو ملحوظ رکھیں۔

✪ دلیل راہ: قیام پاکستان کے بعد سے لے کر آج کے دور تک اہل سنت کی قیادت مختلف شخصیات کے پاس رہی ہے۔ آپ ان شخصیات کی خدمات کے ضمن میں کیا تجزیہ فرمائیں گے؟

☆ پیر صاحب: شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی صاحب کے دور کو تاریخی اور کامیابی کا دور کہا جا سکتا ہے۔ مولانا شاہ احمد نورانی صاحب کی آواز بھی گونجتی رہی ہے لیکن جس طرح خواجہ صاحب سے قیادت چھینی گئی وہ کوئی قابل تحسین کام نہیں تھا۔ خواجہ صاحب میں جو لگن للّٰہیت تھی وہ کسی اور میں نہیں دیکھی۔ اس لئے میں سب سے کامیاب قیادت خواجہ صاحب کی کہوں گا۔

✪ دلیل راہ: کافی عرصہ تک آپ یو۔ کے میں قیام پذیر رہے ہیں۔ دیار غیر میں اسلام کی دعوت کو عام کرنے میں آپ کا کیا کردار رہا ہے؟

☆ پیر صاحب: ۱۹۷۲ء میں برطانیہ کا سفر کیا۔ ایک صاحب نے میرے دورے کو سپانسر کیا تھا۔ کوئی اہم بات اور منصوبہ نہیں تھا، پھر حالات کے مطابق وہاں ٹھہر گیا، آنا جانا رہا۔ اس وقت چند علماء وہاں تھے۔ مشائخ میں سے پیر معروف حسین اور علماء میں سے علامہ محمد سلیم، علامہ عبدالوہاب صدیقی، علامہ عطاء المصطفیٰ جمیل اور علامہ ارشد القادری۔ مختلف حضرات کے گھروں میں، مساجد میں محافل منعقد کی جاتی تھیں، دعوت کا کام جاری رہا۔ لیکن مسلکِ اہل سنت کے لئے حقیقی ورور کھنے والی شخصیت علامہ ارشد القادری کی تھی۔ انہوں نے گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ علامہ عارف اللہ شاہ قادری بھی کبھی کبھار دورہ پر تشریف لاتے رہے۔ اب تو وہاں بہاریں ہیں۔ علماء و مشائخ کی ایک بہت بڑی تعداد وہاں جاتی ہے اور تسلسل کے ساتھ پروگرام منعقد ہوتے رہتے ہیں۔

✿ دلیل راہ: گذشتہ کچھ سالوں سے کئی ایک پیرانِ عظام نے اپنے بزرگوں کے اعراس یورپ خاص کر یو۔کے میں منانے شروع کر دیئے ہیں؟ اس میں کیا حکمت ہو سکتی ہے؟

☆ پیر صاحب: دراصل وہاں پاکستانیوں کی اکثریت آباد ہے اور لوگوں کی کسی نہ کسی آستانہ سے وابستگی ہے۔ بجائے اس کے کہ اتنے سارے لوگ یہاں پاکستان آئیں وہاں پر ہی عرس کا اہتمام کر لیا جاتا ہے۔ مقصد تو اصلاح ہی ہے۔

✿ دلیل راہ: آج کے جدید دور میں عوام کی اکثریت اس بات کی قائل نہیں ہے کہ دینی یا روحانی حوالے سے کسی کو اپنا راہنما بنایا جائے بلکہ کچھ تو سرے سے ہی اس نظام کے انکاری ہیں اور ان کا تبصرہ یہ ہوتا ہے کہ یہ سادہ لوح عوام کو بیوقوف بنا کر ان کے مال و اسباب پر ہاتھ صاف کرنے کا ذریعہ ہے۔ اس پر آپ کیا تبصرہ کریں گے؟

☆ پیر صاحب: بیعت کا سلسلہ آج کے دور میں اشد ضروری ہے۔ اس لئے کہ صحبت سے جو حاصل ہوتا ہے ضروری نہیں کہ وہ کچھ کتابوں سے بھی حاصل ہو جائے۔ کتاب پڑھ لینے سے معلومات تو ہو جاتی ہیں لیکن تربیت اور تبدیلی کے لئے صحبت ضروری ہے۔ لہٰذا جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ آج کے دور میں بیعت کی ضرورت نہیں ان کا خیال بالکل ہی غلط ہے۔ جتنا کام دینِ اسلام کے لئے صوفیا کرام نے کیا ہے وہ کسی اور طبقہ نے نہیں کیا۔ یہ صحیح ہے کہ آج میڈیا بہت تیز ہے، علم حاصل کرنے کے ذرائع موجود ہیں لیکن آپ ذرا جائزہ لیں کہ حضرت داتا علی ہجویری اور حضرت شاہ نقشبند خواجہ بہاؤالدین نقشبند اور خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہم کے دور میں کون سا میڈیا تھا لیکن ان کی دینی خدمات کو ماپنا ممکن ہی نہیں ہے۔

✿ دلیل راہ: خوشبو حضور ﷺ کی سنت ہے اور آپ ﷺ کو پسند بھی بہت تھی۔ آپ کو کون سی خوشبو زیادہ پسند ہے؟

☆ پیر صاحب: خوشبو تو مجھے بھی بہت پسند ہے۔ ساری ہی اچھی ہیں مگر میری پسند جا سمین ہے۔

✿ دلیل راہ: کھانوں میں کون سا کھانا زیادہ مرغوب ہے؟

☆ پیر صاحب: کوئی مخصوص پسند نہیں۔ سفر میں تو ظاہر ہے میزبان کا پابند ہوتا ہوں البتہ اپنے گھر پر حضور ﷺ کی پسند کو ترجیح دیتا ہوں۔ آپ کہہ سکتے ہیں کہ کدو بہت پسند کرتا ہوں۔

✿ دلیل راہ: لباس کے بارے میں جاننا چاہیں گے کہ آپ کو کون سا رنگ پسند ہے؟

☆ پیر صاحب: گزشتہ تین سالوں سے سیاہ پوشی کی طرف طبیعت مائل ہے۔ ویسے بھی میرے بزرگوں کا پسندیدہ لباس سیاہ ہی تھا۔ والد محترم کو سیاہ لباس پہننے کی بناء پر باباجی سیاہ پوش ہی کہا جاتا تھا۔

✿ دلیل راہ: آپ کے نزدیک پسندیدہ مقام کونسا ہے؟

☆ پیر صاحب: مکہ شریف اور مدینہ شریف دونوں پسندیدہ ہیں۔ قلبی سکون جو مدینہ شریف میں ملتا ہے وہ اور کسی مقام پر نہیں ملتا۔ اس کے بعد اگر پسندیدہ مقام پوچھیں تو پھر چورہ شریف ہے۔ میں نے تو اپنے احباب کو وصیت کر رکھی ہے کہ جب مجھے موت آئے تو چورہ شریف میں بزرگوں کے قریب دفنائیں اور میرا جنازہ بھی میرے ہی خاندان کا کوئی فرد پڑھائے۔

✿ دلیل راہ: زندگی میں آپ نے کئی سفر کئے ہوں گے۔ کیا ان میں سے کسی ایک کو آپ اپنا یادگار سفر کہہ سکتے ہیں؟

☆ پیر صاحب: زندگی کا یادگار سفر اگر میں کسی کو قرار دے سکتا ہوں تو وہ سرہند شریف یعنی مزارِ پاک امامِ ربانی حضرت مجدد الف ثانی پر حاضری کا ہے۔ ۱۹۷۲ء مجھے آپ کے مزارِ اقدس پر حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ اس سفر نے میرے اوپر گہرے اثرات چھوڑے ہیں۔ کئی ایسے واقعات پیش آئے جنہیں میں بھول نہیں سکتا۔ ان میں سے ایک واقعہ کا ذکر کروں گا کہ مزار شریف کے لنگر میں صبح ناشتہ میں مٹی کے پیالے میں چائے اور ساتھ انڈہ آملیٹ دیا گیا۔ چائے تقسیم کرنے والا لڑکا جب میرے قریب آیا اور اس نے میرے پیالے میں چائے ڈالی تو میں

نے اس سے پوچھا تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے بتایا ''رنگو رام''۔ مجھے بڑا تعجب ہوا کہ حضرت کے لنگر پر کھانا تقسیم کرنے والا غیر مسلم اور ہندو۔ ایک گھونٹ چائے کا لیا اور پیالہ نیچے رکھ دیا۔ آنکھوں کے سامنے جیسے اندھیرا چھا گیا اور کچھ ہوش نہ رہا کہ کہاں ہوں۔ کئی گھنٹوں کے بعد ہوش آئی تو میں اپنے جد امجد حضرت خواجہ معصوم (جو کہ بیٹے ہیں حضرت مجدد پاک کے) کے مزار پرانوار پر حاضر ہوا۔ وہاں ایک خواب کے سے عالم میں تھا کہ حضرت خواجہ معصوم نے فرمایا تمہارا جرم بہت بڑا ہے تو نے مجدد پاک کے لنگر کے ایک خادم کے بارے میں کیا سوچا۔ تم ہمارے بیٹے ہو اس لئے تمہیں معافی دی جاتی ہے۔ اب حضرت مجدد پاک کے مزار پر حاضری دو۔ چنانچہ میں حضرت مجدد کے مزار پرانوار پر حاضر ہوا اور وہاں بھی کیفیت بڑی عجیب سی رہی۔ صبح سے لے کر نماز ظہر تک ایسی ہی کیفیت رہی۔

✿ دلیل راہ: پیر صاحب آخر میں آپ سے ہم یہ جاننا چاہیں گے کہ آپ کا تعلق چورہ شریف سے ہے۔ آپ کے بزرگوں کے مزارات بھی وہیں پر ہیں۔ آپ نے یہاں اسلام آباد کے قریب ڈیرہ لگایا ہے۔ اس میں کیا حکمت ہے کہ آپ نے چورہ شریف کو خیر آباد کہا اور یہاں منتقل ہو گئے؟

☆ پیر صاحب: چورہ شریف سے تعلق تو بہر صورت قائم ہے اور رہے گا۔ اصل بات یہ ہے کہ آپ دیکھتے ہیں کہ جب کوئی بزرگ دنیا سے اٹھ جاتا ہے تو ان کی اولاد میں اکثر سجادہ نشینی کے حوالے سے اختلافات ہو جاتے ہیں۔ میں نے ایسے کسی حادثے سے بچنے کے لئے یہاں منتقل ہونے کا فیصلہ کیا ہے۔ میرے بڑے بھائی پیر کبیر علی شاہ صاحب میرے لیے بڑے محترم ہیں اور ہمارے درمیان کوئی ایسا تنازعہ نہیں ہے لیکن احتیاطاً میں نے یہاں منتقل ہونے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس جگہ ڈیرہ لگانے کی ترغیب دینے والوں میں چند علماء کرام مثلاً مولانا ابوبکر چشتی، صاحبزادہ محمد عثمان غنی اور پیر عبدالقادر واہ کینٹ وغیرہ شامل ہیں۔ انہوں نے مجھے ہر قدم پر تعاون سے نوازا ہے۔

☆☆☆

کردار خود ابھر کر کہانی میں آئے گا

حافظ شیخ محمد قاسم

زندگی جس قدر پیچیدہ ہوتی چلی جارہی ہے اسے سہل اور آسان بنانے کے نئے نئے طریقے ایجاد کیے جارہے ہیں۔ اس مقصد لذیذ کے حاصل کرنے کے لیے جماعت سازی، تنظیم آفرینی اور بہت سے لوگوں کے جواہر جمع کر کے روبہ کار کرنے کا اسلوب عام اور ارزاں ہے۔ شاہ جی تعلیمی زندگی ہی سے کسی نہ کسی جماعت اور تنظیم سے وابستہ رہے۔ ایک مرتبہ آپ نے تنظیمی زندگی کو کامیاب بنانے کا بڑا خوبصورت فارمولا بیان فرمایا کہ مدح اور ذم دونوں سے بے نیاز ہو جانا، مدح سے چکرانا اور نہ ذم سے گھبرانا اور خودی کو اپنی آبرو کی ڈھال بنانا ہے۔ پھر آپ نے عمرو بن احمر کا عربی شعر پڑھا اور آپ اکثر یہ شعر حسب ضرورت پڑھ لیتے ہیں:

متیٰ تطلب المعروف فی غیر اھلہ
تجد مطلب المعروف غیر یسیر
اذا انت لم تجعل لعرضک جنۃ
من الذم، سار الذم کل مسیر

"نیکی نااہل لوگوں سے کب کمائی جاسکتی ہے اگر ایسا ہو تو پھر نیکی تک رسائی آسان تھوڑی ہی رہتی ہے جب تو مذمتوں کے مقابلے میں اپنی عزت کی ڈھال خود نہ بنائے گا پھر ہر قسم کی مذمت آسان ہو جائے گی۔"

شاہ جی کی تنظیمی زندگی میں اکثر میں نے دیکھا ہے کہ آپ خاموش رہ کر بہت سے مسائل حل کر لیتے ہیں اور چھوٹے کارکنوں کی باتیں انتہائی تحمل اور صبر سے سنتے ہیں۔ ہر مشکل مسئلہ کے چار پانچ حل آپ نے سوچ رکھے ہوتے ہیں۔ تدابیر کی ہر جہت اور زاویہ پر خوبصورت اور محکم استدلال کا آپ کو ملکہ حاصل ہے۔ آپ کی آراء سرسبز درخت کی شاخوں کی طرح ہوتی ہیں، آپ لوگوں کے طائر فکر کو کسی نہ کسی شاخ پر بٹھا لیتے ہیں۔ شاہ جی چھوٹے کارکنوں کی عزت نفس کا خیال رکھتے ہیں، دوران گفتگو اتنے محتاط رہتے ہیں کہ دلوں کے نازک آبگینے بھی ٹوٹنے نہیں پاتے۔ تنظیمی زندگی میں حرص و آز سے دامن بچائے رکھنا اتنا آسان کام نہیں۔ سچی بات یہ ہے کہ آپ ضمیروں پر مذہب و محبت کا مرہم لگاتے رہتے ہیں۔ غلطیاں دوسروں کی ہوتی ہیں معافی کے خواستگار شاہ جی رہتے ہیں۔ بعض متجدد لوگوں نے مجدد لفظ کا حسن خوب لوٹا ہے وگرنہ شاہ جی کے لئے میں کہہ دیتا کہ قدیم اقدار کو انسانی زندگی میں باوقار مقام دینے میں شاہ جی کی جدوجہد تجدید کی تحریک کا آہنگ رکھتی ہے۔ یہ لکھنے میں گھبراہٹ اس لئے نہیں ہوئی کہ شاہ جی القاب کے سائے میں نہیں جیتے، وہ زندہ پائندہ اصول شریعت کی فضا میں دم بھرتے ہیں۔ شاہ جی ایک گہری اور عمیق شخصیت کا نام ہے۔ آپ دوسرے لوگوں کو اتنی عزت دیتے ہیں کہ احترام لفظ ایک قوت محسوس ہوتا ہے۔ ایک قصہ سنتے جائیے۔ شاہ جی جب جماعت اہل سنت پاکستان کے ناظم اعلیٰ بنے، جماعت کی سٹریٹ پاور محسوس ہونے لگی۔ لاکھوں نفوس پر مشتمل کانفرنسیں ہوئیں، ریلیاں نکلیں اور لانگ مارچ کئے گئے لیکن شاہ جی نے شخصی، ملی اور مسلکی وقار کا دامن داغدار نہ ہونے دیا۔ ایک موقع پر کراچی کے سیٹھوں کی سید شاہ تراب الحق قادری سے ان بن ہوگئی، وہ سب شاہ جی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ڈاکٹر عبدالرحیم کے گھر میٹنگ ہوئی، لاکھانی بھائی بھی موجود تھے، حاجی حنیف طیب اجلاس میں شریک نہ ہوئے لیکن اپنے مشغولات وہیں پر نمٹاتے رہے۔ سیٹھوں نے شاہ جی سے کہا کہ اگر آپ شاہ تراب الحق قادری کو جماعت کراچی کی امارت سے معزول کر دیں تو ہم 16۔ کروڑ روپے جماعت اہل سنت کو دے سکتے ہیں۔ آپ ایک شخص کے لئے کراچی کے سیٹھ، کروڑوں روپے، اور کئی شخصیات کیو قربان کر رہے ہیں۔ شاہ جی نے بس اتنا پوچھا:

کیا آپ نے جماعت اہل سنت کا رکنیت فارم پر کر رکھا ہے؟

سیٹھ: نہیں شاہ جی، ایسا نہیں ہے۔

شاہ جی بولے! کیا شاہ تراب الحق قادری میں کوئی شرعی قباحت آگئی ہے؟

سیٹھ: استغفر اللہ، وہ سید زادے ہیں، ہرگز ایسا نہیں ہے۔

شاہ جی نے کہا: تو کیا شاہ صاحب نے کسی تنظیمی بددیانتی کا ارتکاب کیا ہے؟

نہیں ایسا ہرگز نہیں، وہ امانت دار انسان ہیں۔

شاہ جی نے دھیمے انداز میں محکم اور نہایت مضبوط فیصلہ سنا دیا:

"آپ مال دار لوگ علم کے سوداگر کب سے بن گئے ہو، علما کو ترازوؤں پر چڑھا چڑھا کر علم و عرفان کی توہین کرتے ہو، تم روحانی بصیرتوں کو نوٹوں کی غلامی کی زنجیریں مت پہناؤ میں تمہارے کروڑوں روپے کے عطیے رد کرتا ہوں اور سید شاہ تراب الحق قادری کے خون کو ناقابل فروخت جانتے ہوئے انہیں کراچی جماعت کی امارت پر قائم رکھتا ہوں"

شاہ جی کی تنظیمی زندگی میں ان کی قوت فیصلہ ہمیشہ کرامت بن کر ابھری۔ جماعت اہل سنت کا ایک چھوٹا سا دھڑا جب ایک باقاعدہ جماعت کی صورت اختیار کر گیا کچھ لوگوں نے شاہ جی کی افرادی قوت کی آماجگاہوں کو خراب کرنے کے لئے سازش کی اور عراق میں امریکی فوجوں کی دہشت گردی کے خلاف احتجاج منظم کیا اور شاہ جی کے حلیفوں کو معصومیت سے استعمال کرنے کی کوشش کی اور ان جلوسوں کو پورے ملک میں منظم کرنا چاہا۔ شاہ جی کے لئے جماعتی وجود کو قائم رکھنے اور امریکی دہشت گردی کے خلاف احتجاج کی فضاء سربلند کرنے کے لئے کسی اقدام کی ضرورت محسوس ہوئی۔ راولپنڈی سے فون پر صاحبزادہ محمد عثمان غنی نے شاہ جی کو احوال سے آگاہ کیا، تو آپ نے سکھر میں ہی ایک پریس کانفرنس کی اور راولپنڈی سے کراچی تک لانگ مارچ کی کال دے دی۔ دنیا بھر میں اس سے بڑا احتجاج کوئی سیاسی اور مذہبی تنظیم نہ کر سکی۔ شاہ جی نے پنڈی سے کراچی تک اٹھاسی جلسوں سے خطاب کیا اور بین الاقوامی سطح پر جماعت اہل سنت کا وجود تسلیم کروالیا۔

شاہ جی نے تنظیمی زندگی میں اپنے کارکنوں کو ایک ایسا طرز حیات عطا کیا جسے جب بھی عقل و یقین کی کسوٹی پر رکھا جائے گا لوگ کاملیت کے تصور سے آگاہ ہوں گے اور خلوص، للہیت، تقویٰ کی دولت سے تسخیر قلوب ممکن ہوگی۔

شاہ جی اپنی تنظیمی زندگی میں بعض اوقات سنسنی خیز احوال سے دوچار ہوئے۔ حکومتوں نے آپ کو دباؤ میں لینے کی سعی کی۔ قدآور قائدین نے شاہ جی کو پسپا کرنے کے لئے انتہائی گھٹیا حرکتیں کیں۔ باہر سے گھٹیا دشمنوں نے محاصرے کئے، اندر سے موذی امراض نے ستایا لیکن شاہ جی اعصاب شکن بے وفائیوں کا مقابلہ تنہا کرتے رہے اور کر رہے ہیں۔

ذکر جب چھڑ گیا قیامت کا
بات پہنچی تری جوانی تک

ایک دن صبح صبح آپ لاہور کے لئے رخصت ہوگئے، مجھے گیارہ بجے دن معلوم ہوا کہ اتحاد اہل سنت کے لئے اکابرین کا کوئی اجلاس ہے جس میں شرکت کے لئے شاہ جی تشریف لے گئے اور اس مرتبہ شاید لاہور میں شاہ جی کا دو چار دن قیام ہو۔ مغرب کی نماز کے لئے مسجد میں داخل ہوا تو پریشان کن حیرانگی نے چکرا دیا کہ شاہ جی خود نماز کی امامت فرما رہے ہیں، نماز سے فراغت کے بعد میں نے گذارش کی آپ نے خود اجلاس میں شرکت کرنی تھی لیکن اتنی جلدی واپسی کیسے ہوگئی۔ آپ نے مجھ سے مصافحہ کرتے ہوئے ایک سرد آہ بھری اور گہرا سانس لیتے ہوئے فرمانے لگے۔ اہل سنت کے وجود کو ایک زہریلے دیمک نے اندر سے کھوکھلا کر دیا ہے۔ میں کیا کروں قاسم! تفصیل بہاؤالدین سے پوچھ لینا اس وقت مجھے آرام کے لئے گھر جانے دیں خدا حافظ"۔

میں نے پریشانی کی حالت میں محمد بہاؤالدین کی طرف فون کیا، پتہ چلا کہ اتحاد کے لئے ہر جماعت کی طرف سے تین تین لوگوں نے مذاکرات میں شرکت کرنا تھی۔ شاہ جی نے جماعت اہل سنت کے ناظم اعلیٰ ہونے کے ناطے فیصلہ کیا تھا کہ سید مظہر سعید کاظمی، مفتی محمد اقبال چشتی اور آپ خود مذاکرات میں حصہ لیں گے۔ اجلاس شروع ہوا تو کاظمی صاحب نے اپنے ساتھ بغیر پروگرام کے امجد علی چشتی کو بیٹھا لیا۔ اس طرح جماعت اہل سنت کے لئے ایک ہی نشست باقی بچی جس پر شاہ جی نے تشریف فرما ہونا تھا۔ شاہ جی نے بیٹھتے ہی دروازے کی طرف دیکھا تو ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی مفتی محمد اقبال چشتی سے الجھ رہے تھے کہ آپ قانوناً شریک نہیں ہو سکتے۔ شاہ جی فوراً اپنی نشست سے اٹھے اور مفتی محمد اقبال چشتی کو اپنی نشست پیش کر دی اور خود راولپنڈی کے لئے روانہ ہوگئے اور بہاؤالدین سے کہا کہ میں خود قربانی دے سکتا ہوں لیکن اپنے کسی کارکن کو بے وقار اور بے عزت ہوتے نہیں دیکھ سکتا ہوں۔ بعد میں معلوم ہوا کہ ڈاکٹر سرفراز نعیمی نے باقی تمام جماعتوں کے نصف نصف درجن لوگ بٹھا لئے، صحیح بات یہی ہے کہ دامن اتحاد کی یہی دوست نوازیاں اہل سنت کو بنے نہیں لگنے دیتیں۔ بہرحال شاہ جی نے تنظیمی زندگی میں کارکنوں کی عزت نفس کا خیال رکھنے اور اصول پسندی کی قابل رشک مثال قائم کی ہے۔

وہ چاند ہے تو عکس بھی پانی میں آئے گا
کردار خود ابھر کے کہانی میں آئے گا

قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی سے دوبئی ائرپورٹ پر آپ کی ملاقات ہوئی تو آپ نے حضرت کے ہاتھ سے بریف کیس لے کر خود اٹھا لیا۔ حضرت نے فرمایا کہ آپ جماعت اہل سنت کے معزز قائد ہیں یہ تکلیف نہ فرمائیں۔ شاہ جی نے حضور ﷺ کے ارشاد گرامی کا حوالہ دیا:

"جس نے ہمارے بڑے کا احترام نہ کیا وہ ہم میں سے نہیں"۔

تنظیمی اور جماعتی سنگلاخ زندگی میں بلکہ سنگ زنی کرنے والے دوستوں کے لئے بھی شاہ جی نے حضور ﷺ کے اس ارشاد کو بھلایا نہیں بلکہ اس بات کا ذکر کرنا شاید عبث نہ ہو کہ راولپنڈی کے مولوی اکبر ہاشمی نے کراچی میں جامعہ نعیمیہ کے اجلاس میں پون گھنٹے تک شاہ جی کو تنگی

گالیاں دیں جب شاہ جی کے سنگیوں کو ایسی برہنہ حرکت کا پتہ چلا تو نفرتیں بھڑکنے لگیں تو شاہ جی نے فرمایا: کیا آپ کو یہ پسند نہیں کہ میرے نامہ اعمال میں نیکیاں بڑھیں۔ ویسے شاہ جی شعر پڑھتے نہیں لیکن آج آپ کے لبوں سے وارفتگی ٹپک ہی پڑی اور فرمایا منزل کی طرف بڑھنا سیکھو۔

راہ عمل میں جذبہ کامل ہو جس کے ساتھ
خود اس کو ڈھونڈتی ہے منزل کبھی کبھی

شاہ جی کے لئے تنظیمیں کبھی بھی ضرورت نہیں رہیں لیکن شاہ جی کل کی طرح آج بھی تنظیموں کی ضرورت ہیں۔ سنی کانفرنس فیصل آباد کا ملتوی کرنا اگرچہ اسباب صریح یہی تھے کہ جماعت کے چند لوگوں کو جنرل مشرف جب چاہتے استعمال کر لیتے لیکن شاہ جی جب بے دست و پا ہو گئے اور سنی کانفرنس ملتوی کر دی گئی تو آپ نے شوریٰ کے اجلاس میں خود ذمہ داری قبول کرتے ہوئے جماعت اہل سنت کی نظامت علیا سے مستعفی ہو گئے۔ آپ کہتے رہے کہ میں قیادت کے قابل نہیں رہا لیکن کسی نے آپ کا عذر تسلیم نہ کیا اور شوریٰ نے آپ کا استعفیٰ واپس کر دیا۔

میں چلا تھا باد مخالف کے رو برو
زندہ دلان شہر نے مجھ کو بچا لیا

سنی کانفرنس کا انعقاد شاہ جی اپنے ذمہ فرض سمجھتے تھے بالآخر آپ نے شوریٰ سے فیصلہ لے لیا کہ ۹ مارچ ۲۰۰۸ کو راولپنڈی میں سنی کانفرنس منعقد ہو گی وقت قریب سے قریب تر آتا چلا گیا۔ ملک خودکش دھماکوں کی زد میں آ گیا، انسانی جانوں کے پرزے اڑنے لگ گئے۔ ۷ مارچ کو راولپنڈی کی ٹھنڈی سڑک پر ایک جرنیل کو دھماکہ میں اڑا دیا گیا، پنڈی کی سڑکیں سنسان ہو گئیں۔ گورنر پنجاب کانفرنس کے خلاف متحرک ہو گئے۔ جنرل مشرف کی نیک بختگیوں سے صوبے کا چیف سیکرٹری خسرو پرویز سنی کانفرنس کے خلاف زہر اگلنے لگ گیا۔ جماعتی لوگ تنظیم کی حد تک حوصلے سے رہے لیکن عوامی سطح پر کوششیں معطل ہونے لگیں۔ ٹی وی پر ناظم شہر نے کانفرنس کی منسوخی کا اشتہار چلوا دیا۔ ٹرینوں کی بکنگ گورنمنٹ نے منسوخ کر دی لیکن شاہ جی کربلائی شاہ جی بن گئے اور فرمایا مجھے اٹھا کر جیل میں پھینک دو یا پھر 9۔ مارچ کو سنی کانفرنس شان و شوکت سے منعقد ہو گی۔ سی پی او نے شاہ جی کو کہا آپ ہٹ لسٹ پر ہیں، بعض مشائخ نے فرمایا ہم بے نظیر نہیں بننا چاہتے، بعض تنظیمی دوستوں کا رویہ انتہائی مایوس کن ہو گیا لیکن شاہ جی سٹیڈیم میں بیٹھے منصوبہ بندی کرتے رہے۔ چار ہزار کارکن سنی کانفرنس کے انتظامی معاملات نمٹاتے رہے۔ آویزشوں اور رقابتوں نے اپنا کام جاری رکھا۔ صحیح بات یہ ہے کہ پنڈی کے بعض لوگوں کی حالت یہ ہو گئی:

کس سے جا کر مانگئے درد محبت کی دوا
چارہ گر جب خود ہی بیچارے نظر آنے لگے

اس میں کوئی شک نہیں کہ لاہور کی یارسول اللہ کانفرنس اور راولپنڈی کی سنی کانفرنس یک رنگ ہو گئی۔ فرق تھا تو صرف اتنا کہ وہاں سید محمود رضوی علیہ الرحمہ ذمہ داریوں کے پہاڑ تلے دبے تھے اور یہاں راولپنڈی میں سید ریاض حسین شاہ زیر بار تھے۔

کتنی گریز پا ہیں مسرت کی ساعتیں
اے دوست ان کے پاؤں میں زنجیر ڈال دے

8۔ مارچ 2008 صبح دس بجے راجہ محمد آصف علی خان ہائی کورٹ سے کانفرنس کی اجازت لینے میں کامیاب ہو گئے۔ صدموں کی بجلیاں تھم گئیں حالات بدل گئے اور 9۔ مارچ 2008 کی سنی کانفرنس کے لئے وطن کے طول و عرض سے قافلے پنڈی سٹیڈیم کی طرف یارسول اللہ کے نعرے لگاتے رواں دواں ہو گئے۔ فیصل آباد سنی کانفرنس کے التواء کا داغ دھل گیا۔ دھماکوں، خودکش حملوں کے دھوئیں اور سرد مہریوں کی باد صرصر کے چلنے کے باوجود سنی کانفرنس تزک و احتشام سے منعقد ہو گئی لیکن حوصلوں، ہمتوں، وفاؤں اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تاریخ میں ایک نام تاریخ بن گیا۔ ان الفاظ کو آخر کون بھلا سکے گا ایمان، عشق اور جذبے پسپا نہیں کئے جا سکتے۔ شاہ جی کی تنظیمی زندگی یقیناً یہ آواز دے رہی ہے۔

کرم کرو کہ ستم ہم گلہ نہیں کرتے
خزاں میں پھول یقیناً کھلا نہیں کرتے
ملاؤ خاک میں ہم کو مگر خیال رہے
کہ ہم سے لوگ دوبارہ ملا نہیں کرتے

کانفرنس کے آخر میں شہر کے تمام پولیس آفیسر، سکیورٹی سٹاف، رضا کار سراسیمگی میں مبتلا ہو گئے، جب شاہ جی نے اعلان کیا کہ سٹیڈیم

سے آخری جانے والا شخص میں خود ہوں گا۔ تمام لوگ اطمینان سے گھر تشریف لے جائیں اور پھر دعاؤں جذبوں اور تشکر کے ہجوم میں شاہ جی، ناظم کانفرنس حمزہ مصطفائی اور خادم کانفرنس اپنے ڈرائیور کے ساتھ گھر روانہ ہو گئے اور حسب معمول ادارہ تعلیمات اسلامیہ کی لائبریری میں ملاقات کے لئے تشریف لانے والے دوستوں کے ساتھ چائے نوش فرماتے رہے۔ مسجد کے میناروں سے اللہ اکبر کی صدا گونجی اور آج کی تاریخی رات اگلی صبح کے تاریخی لمحوں کی دوش پر آنے والی نسلوں کے نام امانت ہو گئی۔

☆☆☆

تلخیص فتاویٰ رضویہ

جلد نمبر:۱

علامہ جی اے حق محمد
ریسرچ سکالر ادارہ تحقیقات اسلامی

فتاوی رضویہ جلد اول میں ۲۲ سوالات کے جوابات درج کئے گئے ہیں اور گیارہ رسائل اس کی زینت ہیں۔ خطبۃ الکتاب سے اس کا آغاز کیا گیا ہے جو علمی ادبی اعتبار سے نہایت بلیغ و فصیح ہے۔ پہلا رسالہ "اجل الاعلام ان الفتوی مطلقا علی قول الامام" کے عنوان سے ہے اس میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ ﷺ کی عظمتوں کا بیان ہے اور بطور قاعدہ بیان کیا ہے کہ مفتی کو علی الاطلاق امام ابوحنیفہ کے قول پر فتوی دینا چاہئے۔ پہلے امام اعظم کے قول کے برعکس فتوی دیا گیا تو وجہ یہ تھی کہ ان مشائخؒ کے قول امام کی دلیل معلوم نہیں ہوتی تھی دلیل معلوم کی شرط ان کے لئے تھی مگر ہم خواہ امام اعظم کی دلیل سے واقف نہ ہوں ہم پر لازم ہے کہ ہم ان کے قول پر فتوی دیں۔ دیگر ائمہ کے اقوال نقل کرنا درست ہے مگر یہ فتوی نہیں کہلاتا فتوی یہ ہے کہ ہم کسی چیز پر اعتماد کریں اور سائل کو بتائیں کہ تم نے جو سوال کیا ہے اس میں شرع کا یہ حکم ہے۔ قرآن مجید میں اولو الامر کی اطاعت کا حکم ہے اور اولوا لامر سے مراد علماء ہیں اور ہمارا اپنے امام کے اقوال کو قبول کرنا شرعی تقلید نہیں ہے کیونکہ ہم شرعی دلیل سے امام کا قول قبول کرتے ہیں البتہ طرف کے اعتبار سے یہ تقلید ہے۔ عام آدمی کا مفتی کی طرف رجوع کرنا اور جج کا عادل گواہوں کی طرف رجوع کرنا تقلید نہیں ہے کیونکہ یہ بات ان پر نص نے واجب کی ہے۔ فتوی دو قسم کا ہے ایک عرفی اور حقیقی۔ اگر تفصیلی دلیل جانتے ہوئے فتوی دیا جائے تو یہ فتوی حقیقی ہے اور اگر لوگوں کو امام کے اقوال بتا دیے جائیں تو یہ فتوی عرفی ہے۔

اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف علماء وائمہ کے اقوال بیان کئے ہیں جن سے حضرت امام اعظم کی عظمت ثابت ہوتی ہے مثلاً علی بن عاصم کا قول ہے کہ: اگر روئے زمین کے آدھے انسانوں کے ساتھ امام ابوحنیفہ کی عقل کو وزن کیا جائے تو امام اعظم کی عقل وزن میں زیادہ ہو گی۔ امام شافعی کا بیان ہے کہ عورتوں نے امام ابوحنیفہ سے زیادہ عقل والا جنا ہی نہیں۔ امام شعرانی "میزان الشریعۃ الکبری" سید علی خواص کا قول نقل کیا کہ: امام ابوحنیفہ کے علوم انتہائی دقیق ہیں ان کو صرف کوئی بلند مرتبہ عالم اور اہل کشف اولیاء اللہ ہی سمجھ سکتے ہیں۔

جلد اول کا دوسرا رسالہ وضو کے موضوع پر ہے جس کا نام ہے "الجود الحلو فی ارکان الوضوء" آپ نے فرمایا کہ مجتہد جس شئی کی طلب حتمی اذعان کرے اگر وہ اذعان بدرجہ یقین معتبر فی اصل الدین ہو تو وہ فرض اعتقادی ہے جس کا منکر کافر ہے، اگر مسئلہ ضروریات دین سے ہے تو علماء متکلمین کے نزدیک بھی اس کا منکر کافر ہے۔ اگر اس مسئلہ پر تمام ائمہ کا اتفاق نہیں تو وہ واجب اعتقادی ہے اگر وہ کسی عمل میں فرض ہو کہ اس کے بغیر وہ عمل باطل قرار پائے تو فرض عملی ہے اگر خود مجتہد کی رائے میں بھی طلب جزمی، جزمی نہیں تو واجب عملی ہے۔ فرض قطعی ہوتا ہے یا ظنی ہوتا ہے۔ عمل میں ظنی بھی قطعی کے حکم میں ہے، جب مطلق فرض کا ذکر کیا جائے تو اس سے فرض قطعی مراد ہوتا ہے کیونکہ وہ فرد کامل ہے۔ مجتہد صرف اس چیز کو فرض قرار دیتا ہے جس کا اس کو یقین ہو اگر تمام مجتہدین کو اس کا یقین ہو تو وہ فرض اعتقادی ہے اگر صرف ایک مجتہد کو یقین ہو تو وہ فرض عملی ہے۔ لفظ واجب کا اطلاق تین چیزوں پر ہوتا ہے (۱) جو علماً وعملاً فرض ہو جیسے فجر کی نماز (۲) وہ جو ظنی عمل میں فرض کے درجہ میں ہو جیسے نماز وتر (۳) وہ ظنی جو عمل میں فرض سے نیچے اور سنت سے اوپر ہو کہ اسے ترک کر دیا گیا تو نماز فاسد نہیں ہوگی مگر سجدۂ سہو واجب ہوگا۔

وضو میں منہ دھونا فرض ہے مگر دس چیزیں مستثنیٰ ہیں (۱) آنکھوں کے ڈھیلے (۲) پپوٹوں کی اندرونی سطح (۳) آنکھیں بند کرنے سے جو حصہ بند ہو جاتا ہے (۴) دونوں لب (۵، ۶، ۷) ابروؤں، مونچھوں اور بچی کے نیچے کی کھال (۸) گھنی داڑھی کے نیچے کی کھال (۹) داڑھی مطلقاً (۱۰) کنپٹیاں۔ طہارت کے مسائل پر بات کرتے ہوئے فرمایا کہ عورت کے سر پر گندھی ہوئی بالوں کی چوٹی کو غسل میں کھولنا ضروری نہیں ہے اور اگر پانی جڑوں تک نہ پہنچے تو عورت کو گندھے ہوئے بال کھولنا ہوں گے جبکہ فقہ مالکی میں غسل اور وضو دونوں صورتوں میں عورت کو بال کھولنے ہوں گے بشرطیکہ سخت گندھے ہوئے نہ ہوں اور پاؤں کا دھونا فرض ہے امام نووی فرماتے ہیں اسی پر اصحاب اور فقہا کا اجماع ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے مسح کے قول سے رجوع فرما لیا تھا۔ اعلی حضرت فرماتے ہیں فرض عملی / واجب اعتقادی وضو میں بارہ ہیں (۱) دونوں لب (۲) (۳) (۴) بھوؤں، مونچھوں، بچی کے نیچے کی کھال (۵) داڑی چھدری ہو تو اس کے نیچے کی کھال (۶) کنپٹیاں (۷) دونوں کہنیاں (۸) انگوٹھی وغیرہ اگر ہو تو اتار کر اس کے نیچے کا حصہ دھونا فرض ہے ورنہ ہلا ہلا کر نیچے پانی پہنچانا ضروری ہے (۱۰) کمی کم از کم چوتھائی سر کو شامل ہو (۱۱) دونوں ٹخنے (۱۲) منہ ہاتھ اور پاؤں وضو میں واجب عملی کوئی نہیں۔ وضو سے پہلے بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے۔

اس جلد میں شامل تیسرا رسالہ "تنویر القندیل فی اوصاف المندیل" ہے اس میں وضو کے بعد رومال سے منہ وغیرہ خشک کرنے کا شرعی حکم بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ اگر منہ وغیرہ پونچھنے کی ضرورت ہو تو بھی اعضاء کو بالکل خشک نہ کرے کچھ نہ کچھ نمی رہنے دے اس لئے کہ از روئے حدیث وضو کا پانی بھی روز قیامت اعمال میں تولا جائے گا اور اس حدیث کی بنا پر کہ وضو کا پانی تولا جائے گا یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وضو کا پانی بدن سے پونچھنا مکروہ ہے بلکہ نہ پونچھنا صرف مستحب ہے کیونکہ متعدد حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت نبی اکرم ﷺ وضو کے

بعد اپنے اعضائے مبارک پونچھ لیا کرتے تھے۔ وضو اور غسل دونوں کا یہی حکم ہے۔ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور انور ﷺ نے غسل فرمایا۔ ام المومنین نے جسد اطہر صاف کرنے کے لیے کپڑا پیش کیا مگر آپ ﷺ نے کپڑا نہ لیا بلکہ ہاتھ سے پانی جھاڑا۔ اس حدیث سے کپڑا استعمال کرنے کی کراہت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ یہ ایک خاص واقعہ ہے اس سے عمومی حکم ثابت نہیں ہوتا۔ امام نووی نے شرح المھذب میں کپڑا نہ لینے کی وجہ بیان فرمائی کہ کپڑا امیلا تھا مگر اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ یہ وجہ درست نہیں اس لئے کہ حضرت ام المومنین آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزاج اقدس کی لطافت و نزاکت جانتے ہوئے میلا کپڑا کس طرح پیش کرسکتی تھیں بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ ﷺ نے جلدی ہونے کی وجہ سے کپڑا نہ لیا بلکہ چلتے چلتے اپنے ہاتھوں سے پانی صاف کرلیا۔

بعض سلف صالحین سے منقول ہے کہ اپنے دامن کے کنارے سے جسم خشک نہ کریں اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ یہ اہل تجربہ کی ارشادی باتیں ہیں کہ ایسا کرنے سے نسیان پیدا ہوتا ہے یہ کوئی شرعی ممانعت نہیں ہے پہنے ہوئے کپڑوں یا سر کے عمامہ سے بدن پونچھنا ممنوع کیا گیا اس لئے کہ اس طرح یہ کپڑے خراب ہو جائیں گے۔

مسئلہ نمبر ۵ کے جواب میں کہا گیا ہے کہ اگر وضو کرنے کے درمیان ہوا خارج ہو جائے تو ازسر نو وضو کرنا ہوگا اس لیئے کہ جو چیز سارے وضو کو توڑ دیتی ہے وہ آدھے وضو کو بھی توڑ دیتی ہے۔ اس جلد میں چوتھا رسالہ "لمع الاحکام ان لا وضوء من الزکام" ہے۔ فرماتے ہیں کہ بلغم کی قے جس قدر کثیر ہو ناقض وضو نہیں، خواہ یہ بلغم سر سے آئے یا پیٹ سے ابل کر خارج ہو، الدر المختار اور حاشیہ علامہ طحطاوی، ردالمحتار، نورالایضاح، مراقی الفلاح کے حوالہ جات درج کیے گئے ہیں اور فرمایا کہ بلغم جو دماغ سے اترے بالاجماع ناقض وضو نہیں ہے۔ قاعدہ ہے کہ جو حدث نہیں وہ نجس نہیں مگر یہ ضروری نہیں کہ جو نجس نہ ہو حدث بھی نہ ہو، اس بنا پر علماء نے اس پر بحث کی ہے کہ سوئے ہوئے شخص کے منہ سے پانی نکلے خواہ بدبودار ہو پاک ہوتا ہے کیونکہ وہ لعاب دھن ہے اور لعاب دھن و بلغم ایک ہی جنس ہیں، انہی کی جنس ناک سے بہنے والا پانی ہے۔ اگر بدن سے پاک چیز خارج ہو تو وضو نہیں ٹوٹتا جیسے آنسو، پسینہ، ناک کا پانی، عورت کا دودھ، درد اور مرض کی وجہ سے جو کچھ بہہ کر نکلے اس کو ناقض وضو اس لیئے قرار دیا جاتا ہے کہ اس میں خون یا کسی اور نجاست کی آمیزش کا گمان غالب ہوتا ہے مگر زکام اس کے حکم میں نہیں ہے۔ اسی طرح آبلے سے اگر صاف پانی نکلے تو وضو نہیں ٹوٹتا اس کا صاف ہونا کسی نجس کی آمیزش پاک ہونے کی دلیل ہے۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ نزلہ زکام بہت عام چیز ہے۔ انسان اکثر اس میں مبتلا ہوتا ہے لازماً صحابہ کرام کو تابعین عظام کو اور علماء و ائمہ مجتہدین کو بھی یہ عارضہ لاحق ہوتا رہا ہوگا اگر یہ ناقض وضو ہوتا تو کتابوں میں بہت جگہ اس کی صراحت ملتی، متون و شروح و فتاویٰ اس کی واضح خبر دیتے، مگر ایسا نہیں ہے تو اس کو ناقض وضو نہیں کہا جاسکتا اور اب کئی صدیوں بعد کوئی شخص علامہ طحطاوی کی بعض عبارات سے بطور احتمال اس کو ناقض وضو بنا ڈالے تو اس کو معتبر نہیں سمجھا جائیگا۔

اس جلد کا تیسرا رسالہ "الطراز المعلم فیما هو حدث من احوال الدم" ہے اگر نجاست اپنے مرکز و محور سے باہر نکل آئے تو ناقض وضو ہے لہٰذا اگر خون وغیرہ کوئی چیز کھال پردہ ہٹ جانے سے ظاہر ہوگئی اپنی جگہ سے تجاوز نہ کیا مثلاً چھنگا، اسے انگلی سے چھوا انگلی پر اس کا داغ آگیا خود اس خون نے حرکت نہ کی تو کہا جائیگا کہ اس نے اپنی جگہ سے تجاوز نہیں کیا تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا اگر صورت یہ ہو کہ خون کپڑا لگا کر کم کردیا ایسا نہ کرتے تو خون بہہ کر اپنی جگہ سے حرکت کر جاتا تو بے شک اس سے وضو ٹوٹ جائے گا اگر جسم پر ورم ہوگیا تو جب تک نجاست ورم سے تجاوز نہ کرے وضو نہیں ٹوٹتا۔ فقہا نے بطور قاعدہ کہا ہے کہ جب خون اس جگہ تک تجاوز کر جائے جس کو پاک کرنے کا حکم ہے تب کہا جائے گا کہ خون سر سے بہہ کر ناک یا کان کی طرف نکل کر اس جگہ تک آگیا جس کا وضو یا غسل میں دھونا لازم ہے تو وضو ٹوٹ جائے گا ورنہ وضو نہیں ٹوٹے گا اور ناک کے سخت حصہ کو اندر سے دھونا ضروری نہیں صرف مندوب ہے۔

لہٰذا خون اگر ناک کے نرم حصہ تک اندر سے آگیا تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ سوال نمبر ۹ کے جواب میں فرمایا کہ اگر کسی بھی وجہ سے کوئی شخص اپنی شرمگاہ کو دیکھے تو وضو نہیں ٹوٹتا۔ سوال نمبر ۱۰ کے جواب میں فرمایا کہ چھالہ پھٹ گیا اس کو اچھی طرح صاف کرلیا گیا پھر اس میں وضو یا غسل کا پانی بھر گیا تو اب اس صاف پانی کو نکالنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

چھٹا رسالہ "نبه القوم ان الوضوء من ای نوم" ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ نیند دو شرطوں سے ناقض وضو ہوتی ہے پہلی یہ کہ دونوں سرین (Hips) اس وقت خوب جمے نہ ہوں، دوسری یہ کہ ایسی شکل میں سویا ہو جو غافل ہوکر نیند آنے کو مانع نہ ہو اگر یہ دونوں یا ایک شرط بھی نہ ہو تو وضو نہ ٹوٹے گا۔ اگر جان بوجھ کر نماز پڑھتے ہوئے حالت سجدہ میں سو گیا تو وضو ٹوٹ جائے گا جبکہ رکوع یا قیام کی حالت میں سو جانے سے وضو نہیں ٹوٹے گا اگر نمازی قصداً نماز میں لیٹ کر سو جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ اگر کسی معذوری کے باعث نماز لیٹ کر پڑھ رہا تھا اور سو گیا تو

وضو ٹوٹ جائے گا۔ بطور قاعدہ بیان کیا گیا کہ وضو کو حکماً وہ نیند توڑ دیتی ہے جو چستی (Activity) کو زائل کر دے یہ الدرالمختار کے حوالے سے کہا گیا ہے اگر چستی (Activity) کو زائل نہ کرے تو ناقض وضو نہیں، چاہے اس طرح قصداً سویا ہو۔

اگر کسی چیز سے ٹیک لگا کر سو گیا کہ اس چیز کو ہٹا لیا جائے تو گر پڑے یا بیٹھا ہوا سو گیا کہ اس کی سرین (Hips) زمین سے اوپر نہیں اٹھ گئیں تو وضو نہیں ٹوٹے گا، اگر سوتے ہوئے زمین کی طرف گرا مگر اس کا پہلو زمین پر نہیں لگا اور وہ سنبھل گیا تو وضو نہیں ٹوٹتا۔ نمازی سجدہ کی مسنون حالت میں تھا اس طرح کہ اس کا پیٹ اس کی رانوں سے جدا تھا اور اس کے بازو پہلوؤں سے الگ تھے اور وہ سو گیا تو وضو نہ ٹوٹے گا اگر اس نے اپنا پیٹ اپنی رانوں سے ملا دیا اور اپنی کلائیاں زمین پر بچھا دی اور سو گیا تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔ نیند بذات خود حدث نہیں ہے بلکہ اس میں خروج ریح کا امکان ہوتا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے آخر میں بیان فرمایا کہ حضور پرنور ﷺ کی نیند ناقض وضو نہ تھی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "بے شک میری دونوں آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا"۔ اعلیٰ حضرت نے بحر العلوم کی اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ کئی بزرگان دین حضور ﷺ کی محبت و اطاعت میں کامل ہونے کی وجہ سے یہ مرتبہ حاصل کرتے ہیں کہ نیند میں ان کی آنکھیں سوتی ہیں مگر دل بیدار رہتا ہے، انہی میں حضرت سیدنا ابو محمد محی الدین عبدالقادر جیلانی غوث اعظم بھی شامل ہیں۔

ساتواں رسالہ "خلاصہ تبیان الوضوء" ہے۔ اس میں فرائض غسل بتلاتے ہوئے فرمایا کہ غسل میں صرف کلی کر لینا ہی کافی نہیں بلکہ اندر سے منہ کو اس طرح دھونا فرض ہے کہ زبان کی جڑ اور حلق کے کنارے تک پانی پہنچ جائے اصطلاح فقہ میں اس کو مضمضہ کہا گیا ہے۔ ناک میں دونوں نتھنوں میں سخت ہڈی کے شروع ہونے تک پانی کا پہنچانا لازمی ہے اس کو استنشاق کہتے ہیں اور سر کے بالوں سے تلوؤں کے نیچے تک جسم کے ہر چھوٹے بڑے حصے کی بیرونی سطح پر پانی کا اس طرح بہنا کہ قطرہ ٹپکنے لگے ضروری ہیں۔ اگر دانت تار سے بندھا ہے یا کسی مسالے سے جما دیا گیا ہے تو اس کو اتارنے میں تکلیف سے بچنے کے لیے اس کے معافی ہیں کہ انہیں نہ اتارا جائے خواہ اس تار کے نیچے پانی جاتا ہو۔ زخم پر پٹی ہو کہ اسکو اتارنے چڑھانے میں حرج ہے تو اسکو اتارنا ضروری نہیں اور ہر وہ جگہ جہاں درد یا مرض کی وجہ سے پانی بہانا نقصان کا باعث بن سکتا ہو تو وہاں پانی ڈالنا ضروری نہیں یہ سہولت امت مرحومہ کے لئے بوجہ رحمت ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۳ کے جواب میں فرمایا کہ اگر غسل میں سر میں پانی ڈالنے سے مرض بڑھنے کا یا مرض پیدا ہونے کا یقین ہو تو سر پر مسح کر لینے سے غسل ہو جائے گا۔ اگر غسل میں سر اور بدن پر پانی ڈالنا مضرت کا سبب ہو تو پھر تیمم کیا جائے گا۔

آٹھواں رسالہ "الاحکام و العلل فی اشکال الاحتلام و البلل" ہے اس میں سوال یہ ہے کہ کسی شخص نے خواب دیکھا مگر تری کپڑے پر نہ پائی یا سوتے سے جاگا اور یہ کپڑے یا بدن پر تری دیکھی تو کیا حکم ہے۔؟

جواب:۔ اس میں چھ صورتیں بیان کی گئی ہیں (۱) تری کپڑے یا بدن پر نہ دیکھی (۲) یا دیکھی کہ یہ پسینہ یا پیشاب ہے منی یا مذی نہیں ہے تو دونوں صورتوں میں غسل واجب نہیں ہے (۳) ثابت ہوا کہ یہ تری مادہ منویہ ہے تو غسل واجب ہے۔ باقی تین صورتیں ہیں کہ اس تری کے منی ہونے کا احتمال ہو یا مذی ہونے کا علم ہو یہ منی نہ ہونا تو معلوم ہو مگر مذی ہونے کا احتمال ہو تو اگر خواب میں احتلام کا ہونا یاد ہے تو ان تینوں صورتوں میں نہانا واجب ہے۔

سوال نمبر ۱۸ کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ حالت جنابت میں کلی کرنے اور ہاتھ دھونے کے بعد کھانے پینے میں کوئی حرج نہیں لیکن افضل یہ ہے کہ غسل کر لے یا وضو کر لے۔ نواں رسالہ "ارتفاع الحجب عن وجوہ قرأۃ الجنب" ہے اس میں بیان فرمایا کہ وہ قرآنی آیات جو ذکر و ثنا و مناجات و دعا ہو مثلاً آیت الکرسی یا سورہ حشر کی آخری تین آیات تو ان آیات کو حالت جنابت یا حیض میں بغیر نیت تلاوت کے پڑھنا جائز ہے اور بسم اللہ پڑھنا بھی جائز ہے۔ اس کے علاوہ قرآنی آیت کا ایسا ٹکڑا جس کے پڑھنے کو عام طور پر قرأت قرآن نہ سمجھا جاتا ہو اس کو قرآن پڑھنے کی نیت سے پڑھنے کو بعض علماء مثلاً امام طحطاوی نے جائز کہا ہے مگر احتیاط اسی میں ہے اس کو نہ پڑھا جائے حدیث میں تو ہے کہ قرآن میں سے کچھ بھی نہ پڑھو اور یہ جو کہا گیا ہے کہ ایک پوری آیت سے کم ہو تو نظم و معنی نہیں پایا جاتا درست نہیں بعض اوقات آیت کا چھوٹا سا ٹکڑا بھی مکمل جملہ ہوتا ہے جیسے "واصبر" بعض آیات ایسی ہیں جو بطور محاورہ لوگوں کی زبان پر آتی ہیں جیسے لم یلد اور لم یولد وغیرہ تو بولنے والا بطور محاورہ کلام بول رہا ہے مگر سننے والا اس کو قرأت قرآن سمجھ سکتا ہے اس لئے لوگوں کے سامنے ان کے بولنے سے بھی بچنا چاہیے۔ قرآن کی تعلیم دینے کی نیت سے قرآن پڑھنا بھی جائز نہیں کیونکہ تعلیم دینے کیلئے بھی تو تلاوت قرآن کی نیت سے قرآن پڑھا ہے۔

دسواں رسالہ "بارق النور فی مقادیر ماء الطھور" ہے۔ حدیث میں ہے کہ حضرت نبی اکرم ﷺ ایک صاع (چار من) سے پانچ مد (پانچ من) پانی سے غسل فرماتے تھے اور وضو کیلئے ایک مد (ایک من) پانی استعمال فرماتے تھے اور کبھی کچھ پانی بچ رہتا تھا جہاں حدیثوں

میں آیا ہے کہ آپ ﷺ اوپر بیان کردہ مقدار سے کئی زیادہ پانی استعمال فرماتے تھے تو وہ صورت یہ ہوتی تھی کہ آپ ﷺ اپنی زوجہ محترمہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مل کر غسل فرماتے اور اس صورت میں زیادہ پانی درکار ہوتا تھا۔ اعلیٰ حضرت نے مسواک کے استعمال پر نہایت تفصیل سے لکھا ہے اور پسندیدہ (مختار) مسلک یہی بیان فرمایا ہے کہ مسواک وضو کی سنت قبلیہ ہے مگر وضو میں داخل نہیں ہے وضو سے پہلے مسواک کرنا سنت ہے وضو کا حصہ نہیں ہے۔ اگر منہ میں بدبو ہو تو مسواک وغیرہ سے اتنا دھویا جائے کہ بدبو جاتی رہے اور اس کے لئے پانی کی کوئی مقدار معین نہیں کی جاسکتی۔ یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ غسل اور وضو کے لئے پانی کی جو مقدار بیان کی گئی ہے اس سے کم وبیش کرنا شرعاً ممنوع ہے بلکہ اصل مقصد یہ ہے کہ پانی کا ضیاع اور بے جا استعمال شرعاً ناپسندیدہ نہیں۔

وضو کے مفادات و برکات میں سے اہم ترین یہ ہے کہ روز قیامت وضو کرنے والوں کے چہرے اور ہاتھ پاؤں وضو کے نور سے منور ہوں گے اس لئے صلحائے امت نے ہمیشہ وضو میں رہنا پسند کیا۔

گیارہواں رسالہ جو اس جلد میں شامل کیا گیا "برکات السماء فی حکم اسراف الماء" ہے اس مسئلہ میں علماء کرام کے چار اقوال بیان کئے گئے ہیں (۱) پانی فضول خرچ کرنا مطلقاً حرام اور ناجائز ہے اگر دریا سے غسل یا وضو کرے تب بھی بلا وجہ پانی کا خرچ کرنا گناہ ہے۔ (۲) مکروہ ہے اور کراہت تنزیہی ہے کیونکہ خلاف سنت اگر چہ دریا کے کنارے پر ہو تب بھی بے جا خرچ کرنا ممنوع ہے۔ (۳) تیسرا قول یہ ہے کہ نہ تو مکروہ تحریمی ہے نہ تنزیہی بلکہ امر مستحب کے خلاف ہے اور مستحب کا ترک کرنا مکروہ نہیں ہوتا بلکہ سنت کا ترک کرنا مکروہ ہے اور اسراف (فضول خرچی) کے بارے میں کئی اقوال ہیں (ا) غیر حق میں صرف کرنا اسراف ہے (ب) حکم الٰہی کی حد سے بڑھنا (ج) شرع کے خلاف خرچ کرے تو حرام ہے اور مروت کے خلاف خرچ کرے تو مکروہ ہے (د) حاجت شرعیہ سے زائد استعمال کرنا (س) حلال کو اعتدال سے کھانا (ص) بے فائدہ خرچ کرنا۔ لہٰذا اسراف سے بچنا شریعت کا حصہ ہے۔ (۴) چوتھا قول یہ ہے کہ دریا میں اگر غسل یا وضو کرے تو جتنا زیادہ پانی استعمال کرے جائز ہے کیونکہ پانی پھر سے دریا ہی میں چلا جائیگا اور ضائع نہ ہوگا۔ اور اگر غسل یا وضو میں اعضاء کو تین سے زیادہ مرتبہ دھوئے تو اگر شک پڑ گیا کہ تین بار نہیں دھویا اس شک زائل کرنے کی وجہ سے پھر دھویا تو فضول خرچی نہ کہلائے گا اور اگر شک نہیں تھا تو وضو پر وضو کی نیت کر لے یہ نور علیٰ نور ہو جائیگا۔ اہل معرفت فرماتے ہیں کہ جو ہمیشہ وضو میں رہے اللہ تعالیٰ اس کو سات فضائل عطا فرمائے گا۔ (۱) ملائکہ اس کی صحبت میں رہنے کی رغبت کریں (۲) قلم اس کی نیکیاں ہر وقت لکھتا رہے (۳) اس کے اعضاء تسبیح کرتے رہیں (۴) اس کی تکبیر اولیٰ فوت نہ ہو (۵) وہ سو جائے تو فرشتے اس کی حفاظت کریں (۶) سکرات موت اس پر آسان ہو (۷) جب تک وضو میں رہے امان الٰہی میں رہے۔

☆☆☆

جماعت اہل سنت پاکستان کی مرکزی انتظامیہ، سپریم کونسل اور انٹرنیشنل سنی سیکرٹریٹ کی ایڈوائزری کونسل کا مشترکہ اجلاس

(ایک جائزہ رپورٹ)

محدود وسائل اور لا تعداد مسائل پر کامیاب حکمت عملی کی گرفت

محمد زبیر اعوان

"چوب قلم" پڑھنے والے اپنے ان قارئین سے معذرت خواہ ہوں، جنہیں چند ماہ یہ تحریر" ماہنامہ دلیل راہ" میں پڑھنے کو نہ ملی۔ اگرچہ یہ بات بھی روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اگر" چوب قلم" تحریر نہیں ہوا تو اور کچھ بھی تحریر نہ ہوا، ورنہ یہ امر اب ہم سے محال ہے کہ جو ہاتھ" شاد جی" کے رسالے کے لئے نہ حرکت کریں، وہ کسی اور کے لئے حرکت کرلیں۔ چاہے وہ اردو روز ناموں میں وہ اخبار ہی کیوں نہ ہو کہ جس میں لکھنا محسن پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیر خان بھی اپنے لئے اعزاز سمجھتے ہوں، مگر اب ہم کیا کریں؟ جو بات ہمیں ماہنامہ دلیل راہ میں نظر آتی ہے، وہ اب ہمیں کہیں اور نظر بھی تو نہیں آتی۔ میں پورے یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر ڈاکٹر عبدالقدیر خان بھی اسی جذبے سے ماہنامہ دلیل راہ پڑھیں جس جذبے سے ڈاکٹر ظفر اقبال نوری پڑھتے ہیں اور بہت سے دیگر اہل علم و دانش پڑھتے ہیں تو ڈاکٹر عبدالقدیر خان بھی اس رسالے میں اپنی تحریر لکھوانا روزنامہ جنگ سے زیادہ بڑا اعزاز سمجھنے لگیں۔ مگر چھوڑیں! ہمارا موضوع یہ تھوڑا ہے۔ ہمیشہ کی طرح ہمارے ساتھ پھر وہی ہو گیا ہے کہ جو لکھنا چاہا اسے لکھنے کی بجائے قلم کہیں اور چل پڑا۔ اسی لئے اب میں اپنے کالم کا عنوان بعد میں لکھتا ہوں کہ یہ کنفرم ہو جائے کہ کالم جس موضوع پر تحریر ہوا ہے۔ عنوان بھی وہی ہے.......کافی دنوں سے دماغ کے اندر سوچوں کا ٹکراؤ جاری تھا کہ ملک کے اقتصادی بحران پر لکھوں، جس پر گورنر سٹیٹ بینک شمشاد اختر کا یہ کہنا بھی کافی ہوگا کہ موجودہ حکومت کے اخراجات زیادہ ہیں اور سٹیٹ بینک کے پاس صرف 9 ہفتوں کا ذخیرہ رہ گیا ہے۔ یہ بیان 12 نومبر 2008ء کا ہے، لہٰذا اب تک کیا صورتحال ہو گئی ہے۔ اس کا اندازہ کیا جا سکتا ہے یا وزارتوں کی تعداد پر قلم اٹھاؤں کہ موجودہ حکومت نے وزارتوں کی نصف سنچری مکمل کرلی ہے اور مزید وزارتیں بھی دے کر سنچری مکمل کرنے کا سفر شروع کرلیا ہے۔ صدر پاکستان جناب آصف علی زرداری نے اپنی دولت غریبوں میں تقسیم کرنے کا جو پروگرام بنایا ہے۔ اس کی پہلی قسط کے طور پر انہوں نے مبینہ طور پر اہم وزراء اور ان کے اہل خانہ کو ایک کروڑ روپے کی خطیر رقم سے عمرہ کروا دیا ہے، جبکہ اس عظیم نیکی پر بھی قائد حزب اختلاف چوہدری نثار علی خان نے ان سے حساب مانگنا شروع کر دیا ہے۔ حالانکہ ہم نے سنا ہے کہ صدر پاکستان جناب آصف علی زرداری کا حساب اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے لیا ہے۔ جس طرح کہ سابق صدر پرویز مشرف کو حقوق العباد کی ادائیگیوں میں آج کل حساب کا سامنا ہے۔ اور "ق" لیگ کے حسن و عشق کی داستانیں تاریخ کے سنہری اوراق کو آلودہ کر رہی ہیں۔ ایسے میں ملکی اقتصادی بحران پر لکھنے اور توجہ دینے کی بجائے بندے کو ان دنوں کہیں سے کوئی سلنڈر خرید کر گھر میں رکھ لینا چاہیئے۔ تاکہ آئندہ گیس کی لوڈ شیڈنگ کے دوران کم از کم گھر کا چولہا تو جل سکے اور اس اقتصادی بحران پر توجہ دینی چاہیئے۔ جو سلنڈر گیس رکھنے اور مہنگائی بڑھنے سے ہر گھر میں اٹھنے والا ہے۔ شاید اسی صورتحال کو مدنظر رکھتے ہوئے ہی جماعت اہل سنت پاکستان کی مرکزی انتظامیہ، سپریم کونسل اور انٹرنیشنل سنی سیکریٹریٹ لاہور کا انتہائی اہم اجلاس، جو ملکی صورت حال اور اسلام کی سربلندی کے لئے کی جانے والی کوششوں کا جائزہ لینے کے ایجنڈے پر بلایا گیا تھا۔ وہاں بھی اپنے گھر یعنی اپنے سیکرٹریٹ اور اپنے کارکنان و عہدیداران پر اخلاقی توجہ دینے کے اہم فیصلے کر کے اختتام پذیر ہو گیا اور ملکی و عالمی صورت حال کو ایک پراثر دعا کے ساتھ اللہ کے حوالے کر دیا گیا۔ شاید اب اللہ ہی ہمارے دکھوں کا مداوا کرے گا اور یہ محسوس ہو رہا ہے کہ کچھ عنقریب اچھا اچھا بھی ہونے کو ہے کہ خانقاہ نشینوں کی جماعت میں بھی اب کچھ اتحاد اہل سنت کی ضرورت کو سمجھا جانے لگا ہے۔ اپنے مرکز کو مضبوط بنانے کی طرف توجہ بڑھنے لگی ہے۔ اندرون خانہ مشائخ عظام کی محافل ذکر الٰہی کا دائرہ وسیع ہو کر منافقین کے دائروں کو منتشر کرنے لگا ہے۔ اپنی کوتاہیوں اور غلطیوں کو تسلیم کیا جا رہا ہے۔ قیادت پیشہ ور قائدین کے ہاتھوں سے نکل کر کارکنوں تک آتی جا رہی ہے۔ جو خود چندہ دے کر دوسروں سے بھی چندہ لینے کا ہنر جانتے ہیں۔ اجلاسوں کی تند و تیز گفتگو بھی اب باہمی تعلقات اور مسلکی محبت کے فروغ میں رکاوٹ پیدا کرنے میں ناکام نظر آ رہی ہے اور یہ سب باتیں تبھی سمجھ میں آ سکتی ہیں جب ہم جماعت اہل سنت پاکستان کی مرکزی انتظامیہ، سپریم کونسل اور سیکرٹریٹ کی ایڈوائزری کونسل کے اجلاس میں آخر تک بیٹھیں اور سنجیدگی کے ساتھ اجلاس کی کارروائی کا مطالعہ کریں۔ اس مرتبہ "چوب قلم" کے قارئین کو اس جلاس کی رپورٹ پڑھوائی جا رہی ہے کہ وہ دیکھیں کہ اجلاسوں میں کیا ہوتا ہے اور مرکزی قیادت کس عرق ریزی کے ساتھ چھوٹے سے چھوٹے مسئلے پر بھی مشاورت کا انتظام قائم کرواتی ہے اور پہلے خود کو قربانی کے لئے پیش کرتی ہے۔

یہ اجلاس 5۔نومبر بروز بدھ، اتفاق اسلامک سنٹر ماڈل ٹاؤن لاہور میں جب شروع ہوا تو اس وقت اجلاس کے صدر محفل جگر گوشہ غزالی زماں امیر جماعت اہل سنت پاکستان پروفیسر سید مظہر سعید کاظمی مدظلہ العالی لاہور کی ٹریفک میں پھنسے ہوئے تھے کیونکہ ان کے پاس ایسا کوئی پاکستانی سرکاری عہدہ نہیں تھا کہ ان کے لئے ٹریفک روک لی جاتی۔ ویسے بھی حکومت کی طرف سے انہیں جب سرکاری عہدہ دینے کا آغاز کیا گیا اور انہیں اسلامی نظریاتی کونسل کا رکن بنایا گیا تو دو تین اجلاسوں ہی میں تحفظ حدود اللہ آرڈیننس میں مشرف حکومت سے اختلافات پر اپنے اختلافی نوٹ لکھ کر وہ حاجی حنیف طیب کو بھی ہمراہ لے کر اسلامی نظریاتی کونسل سے علیحدہ ہو گئے اور نہ ہی وہ مولانا فضل الرحمٰن جیسے سیاست

وان کے بھائی ہیں کہ جنہیں حکومت کی ہلکی سی حمایت کرنے پر بھاری سیکیورٹی اور سرکاری زمینیں ملتیں، بلکہ وہ تو موجودہ وفاقی وزیر برائے مذہبی امور صاحبزادہ سید حامد سعید کاظمی کے بڑے بھائی ہیں اور انہیں نہ پروٹوکول کی ضرورت ہے اور نہ ہی سرکاری زمینوں کی۔ لہٰذا وہ اجلاس میں جب پہنچے تو اجلاس پیر سید خضر حسین شاہ مرکزی نائب امیر جماعت اہل سنت پاکستان کی قائم مقام صدارت میں جاری تھا اور بحث زوروں پر تھی اور وہ اسی پرزور فضا میں مسند صدارت پر متمکن ہوئے۔ قبل ازیں جماعت اہل سنت پاکستان کے مرکزی ناظم اعلیٰ مفکر اسلام، مفسر قرآن علامہ پیر سید ریاض حسین شاہ جب وقت مقررہ پر جائے اجلاس پہنچے تو اجلاس کی حاضری کورم پورا کرنے والی نہ تھی، تاہم بعد ازاں کورم پورا ہونے پر مرکزی ناظم اعلیٰ نے اجلاس کا آغاز تلاوت کلام پاک سے کرنے کے لئے جس شخصیت کو حکم دیا، اسے اجلاس کے سب شرکاء سے کم عقل ہونے کا منفرد اعزاز حاصل تھا اور شاہ جی نے شاید اسی لئے اسے حکم دیا کہ قرآن پڑھنے کی برکت سے اس کے ذہن کی صفائی بھی ہو جائے گی۔ قرآن پاک کی عظمت اور جلالت کے ہمراہ، اللہ کے پاک ذاتی وصفاتی اسماء الحسنٰی سے مزین آیات ربانی کی تلاوت کے بعد غیر متوقع طور پر جس شخصیت کو نعت رسول مقبول ﷺ پڑھنے کی دعوت دی گئی وہی اس وقت مسند صدارت پر بھی جلوہ افروز تھے۔ گویا سب سے چھوٹے کے بعد اجلاس کے صدر نے نعت شریف پڑھی تو محفل پر عجیب درد کی کیفیت تھی۔ ویسے بھی پیر سید خضر حسین شاہ نہ صرف وسیع حلقہ عقیدت کے شاہسوار ہیں اور شاعری میں قادر الکلام ذوق رکھتے ہیں بلکہ وہ بہترین نعت گو شاعر بھی ہیں اور ان کی نعتوں میں آل رسول کا تذکرہ اسی طرح لازمی ہوتا ہے۔ جیسے درود شریف بھی آل رسول کی شمولیت کے بغیر مکمل نہیں ہوتا۔ سید خضر حسین شاہ کے نعت پڑھنے کے بعد مرکزی ناظم اعلیٰ نے صدارت کے لئے بھی سید خضر حسین شاہ کا ہی نام پیش کر دیا۔ جس کی شرکاء نے تائید کر دی۔ اجلاس میں گذشتہ اجلاس کی کاروائی کی توثیق کے بعد مرکزی ناظم اعلیٰ شاہ جی نے ایجنڈے کو بحث کرنے کے لئے اوپن کرنے کا اعلان کیا۔ جو تین بنیادی نکات پر مشتمل تھا:

1۔ ملکی اور قومی حالات

2۔ انٹرنیشنل سنی سیکرٹریٹ کی ترقی

3۔ اسلام کی سربلندی کے لئے کی جانے والی کوششوں کا جائزہ اور اس سلسلہ میں اقدامات!

یہاں اس امر کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ جماعت اہل سنت پاکستان ملکی سطح پر موجود تمام تر سیاسی و مذہبی جماعتوں میں اس لحاظ سے انفرادی حیثیت کی حامل ہے کہ ہم اسے خود اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے والی جماعت کہہ سکتے ہیں، جو اسے بنیادی ضرورتوں کے لئے فنڈز بھی مہیا کرے اور اس کے کارکنان وعہدیداران کے لئے باقاعدہ میڈیا سیل قائم کر کے ان کی کارگزاری بھی عوام میں مقبول کرے۔ تاہم باوجود اس کے جماعت کے زیر اہتمام جلسے جلوس اور ریلیاں بھرپور عوامی شرکت سے لبریز ہوتے ہیں، گویا عوام موجود ہے مگر اسے منظم کرنے کے لئے فنڈز نہیں ہیں۔ ایسے میں اگر مرکزی ناظم اعلیٰ کے عہدے پر علامہ سید ریاض حسین شاہ جیسی ایثار و قربانی کرنے اور اللہ کی ذات پر توکل کر کے اپنا سب کچھ دین پر خرچ کرنے والی شخصیت نہ ہو اور وہ اپنے خرچ پر ملک گیر رات دن دورے نہ کریں تو جماعت کا ایک اجلاس کرنا بھی جوئے شیر لانے کے مترادف بن جائے، یہ اور بات ہے کہ پاکستان میں کسی بھی اہم شخصیت کی قدر اس کے دنیا سے پردہ کر جانے کے بعد ہوتی ہے ورنہ گھر کی مرغی کو دال برابر بھی درجہ نہیں دیا جاتا۔ یہ اور بات ہے کہ زندگی میں ایسی شخصیات کو ان کا رب ہی اتنا اپنے فضل و کرم سے نوازتا رہتا ہے کہ انہیں کسی مخلوق سے خود کو منوانے کی حاجت ہی نہیں رہتی۔ خود شاہ جی بھی فرماتے ہیں کہ بندہ دنیا میں اگر خود کو منوانے کے لئے اپنے نام کے ساتھ بے شک کتنے ہی القابات لگا لے اور بہت سے مریدین بھی جمع کر لے تو آخرت میں اگر وہ القابات نہ ہوئے تو کیا فائدہ؟ اور اگر آخرت میں نبی پاک ﷺ کے سامنے باوقار مقام مل گیا تو دنیا کی کیا حاجت ہے؟

بات ہو رہی تھی جماعت کے اجلاس کے ایجنڈے کی ایک ایسی جماعت کے ایجنڈے کی جس جماعت کے پاس سیکرٹریٹ کے نگران الحاج امجد علی چشتی نے سیکرٹریٹ فنڈ میں بقایا رقم تین ہزار سے کچھ زائد بتائی اور اس جماعت کا ایجنڈہ اسلام کی سربلندی کے لئے تھا اور ملکی و قومی حالات پر اس نے اپنی گرفت مضبوط بنائی تھی۔ ایسے میں مرکزی ناظم اعلیٰ شاہ جی نے اپنے ابتدائی کلمات میں جو کچھ پیغام دیا اس کے چند نکات یہ تھے۔

آپ نے کہا کہ:

ہمیں اپنے شعبہ تعلیم و تبلیغ پر اس کی ترقی کے لئے خاطر خواہ توجہ دینا ہوگی۔ جس کے لئے مرکزی ناظم تعلیم و تبلیغ علامہ محمد صدیق ہزاروی کی کاوشیں قابل تحسین ہیں۔ مرکزی ناظم اعلیٰ نے فرمایا کہ پہلی مرتبہ جماعتی درد کا احساس بیدار نظر آیا، ورنہ چند عہدوں کے سوا ہر شخص خود کو خانہ پری کے لئے سمجھتا ہے۔

نمبر 2: ہم ایک لٹی پٹی قوم ضرور ہیں، مگر مایوسی نہیں کرنی۔ ہم نے آگے بڑھنا ہے اور اپنی قوم کو بیدار کرنا ہے۔

نمبر 3: ہر خطیب و امام کو اپنی اپنی علیحدہ اصلاحی تحریک چلانے کی بجائے جماعتی ڈسپلن اور مرکزی پالیسی کے تحت اپنی اصلاحی تحریک کو اجتماعی تحریک بنانا ہوگا، ورنہ تاریخ ہمیں معاف کرے نہ کرے۔ ہم اللہ کو ضرور جوابدہ ہوں گے۔

نمبر 4: مرکزی ناظم اعلیٰ نے مرکزی انتظامیہ کے تحت 6 یونٹوں سرحد، بلوچستان، کشمیر، پنجاب، سندھ، اسلام آباد اور فاٹا میں جماعت کی کارکردگی اور مسائل پر روشنی ڈالی اور کہا کہ پنجاب میں مفتی محمد اقبال چشتی ناظم اعلیٰ پنجاب اور ان کی ٹیم نے جوش اور جذبوں کی نئی لہریں پیدا کی ہیں اور تنظیمی ڈسپلن دیکھنے میں آیا ہے۔ بلوچستان میں اگرچہ جماعتی لوگ کم ہیں مگر صاحبزادہ خالد سلطان امیر بلوچستان اور ان کی ٹیم کی کامیاب حکمت عملیوں سے جلسے بڑے اور کامیاب ہوتے ہیں اور بڑی معقول عملی تجاویز سامنے آتی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ سندھ میں سید عاشق علی شاہ اور علامہ اکرم سعیدی نے اندرون سندھ بڑا کام کیا ہے اور گذشتہ دنوں وہ جس اجتماع میں شریک ہوئے۔ اس کے شرکاء کی تعداد 80 ہزر کے قریب تھی۔ اسی طرح کراچی میں شاہ تراب الحق قادری اور ان کے رفقاء کار کام کر رہے ہیں اسلام آباد میں درس قرآن کی ہفتہ میں چار نشستوں نے اور دیگر علاقوں میں درس قرآن کی پے در پے محافل نے عوام میں مذہب سے لگاؤ کی کیفیت پیدا کر دی ہے۔ فاٹا میں کام اگرچہ مشکل ہے، مگر ہم حکمت عملی سے آگے بڑھ رہے ہیں۔ اسی طرح سرحد میں تین زون ہیں۔ پختون، گولڑہ، ہزارہ زون۔ یہاں بھی ہم نے ہزارہ میں علامہ محمد بشیر القادری ناظم اعلیٰ صوبہ سرحد اور مرکزی انتظامیہ کے لوگوں کی مدد سے حکمت عملی کے ساتھ بہترین رزلٹ حاصل کئے ہیں۔ پختون بیلٹ کو فی الحال ہم نے خاموش رکھا ہوا ہے، جبکہ گولڑہ زون میں ڈیرہ اسماعیل خان، بنوں وغیرہ کے علاقوں میں کام کو آگے بڑھایا گیا ہے۔ کشمیر میں علامہ حبیب الرحمٰن شاہ نے بہترین تجاویز دی ہیں اور ان کی روشنی میں پہلے سے موجود کام کو بہتر انداز میں آگے بڑھایا جائے گا۔۔۔۔۔۔۔۔ مرکزی ناظم اعلیٰ نے گذشتہ اجلاس میں اعلان کردہ لانگ مارچز کے پروگراموں کو ملکی حالات کے تحت نہ کرنے کی حکمت بیان کی۔ تاہم انہوں نے کراچی میں "تصوف کانفرنس" نہ ہونے پر افسوس کا اظہار کیا اور کہا کہ ہمیں اپنے تنظیمی، مذہبی اور اسلامی رویوں کی اصلاح کرنی ہوگی اور قربانیوں کی تاریخ رقم کرنا ہوگی۔ گمراہ لابیاں میڈیا کے ذریعے بھرپور انداز سے اسلام کی ایسی تصویر پیش کر رہی ہیں جن سے اسلام کو نقصان پہنچ رہا ہے۔۔۔۔۔۔ اور وہ مشترکہ حکمت عملی کے تحت کام کر رہی ہیں۔ دوسری طرف ہم ہیں کہ جماعت کو مدر آرگنائزیشن کہتے ہیں اور مخالف دھڑے بھی بناتے ہیں، لہٰذا ہمیں بھی اتحاد کی صورت اپنانا ہوگی۔ مرکزی ناظم اعلیٰ نے تجویز کیا کہ مرکزی امیر محترم علامہ سید مظہر سعید شاہ کاظمی خود لیٹر جاری کریں اور اہل سنت کے تمام دھڑوں کو ملتان بلائیں، ورنہ مجھے حکم کریں، میں انہیں لاہور یا راولپنڈی بلاتا ہوں۔ ہم اتحاد کی دعوت دیں، دروازہ کھٹکھٹائیں۔ انہوں نے کہا کہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ ہمارے ذاتی ادارے تو کامیاب ہیں، مگر مشترکہ ادارہ سنی سیکرٹریٹ کمزور ہے۔ غلط فہمیاں پیدا کرنے والے اپنا بھرپور کردار ادا کر رہے ہیں۔ جماعتی عہدیدار اپنی تقاریر میں برکت کے لئے ہی جماعت کا نام لینے سے گریزاں رہتے ہیں۔ اوپر سے جماعت کے نام پر حکومت بلائے تو جماعت سے مشاورت کے بغیر اپنی پالیسی بیان کر کے آجاتے ہیں۔ مرکزی ناظم اعلیٰ علامہ سید ریاض حسین شاہ بولتے جا رہے تھے اور کسی کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ ویسے بھی جنہیں جواب دینا تھا وہ اجلاس میں موجود نہیں تھے۔ مرکزی ناظم اعلیٰ نے مزید کچھ تفصیلات اور حقائق سے آگاہ کیا اور پھر ہاؤس سے اوپن تجاویز ایجنڈے پر مانگیں۔

اس موقع پر اہم تجاویز جو سامنے آئیں وہ درج ذیل تھیں۔ بعض شکایات بھی تھیں، اور بعض وضاحتیں بھی، مگر ہم یہاں پر صرف اہم تجاویز ہی لکھیں گے۔ اور تجویز کسی نے دی؟ یہ ریکارڈ پر تو موجود ہے لیکن یہاں اس کا ذکر مناسب نہیں ہے۔ البتہ یہ بتانا ضروری ہے کہ جن لوگوں نے بحث میں حصہ لیا اور تجاویز بھی سامنے لائے ان میں مرکزی ناظم تعلیم و تبلیغ علامہ محمد صدیق ہزاروی، صوبہ پنجاب کے امیر صاحبزادہ خالد محمود، صوبہ سرحد کے ناظم اعلیٰ علامہ محمد بشیر القادری، سابق ناظم اعلیٰ سندھ محمد حسین لاکھانی، پنجاب کے ناظم اعلیٰ مفتی محمد اقبال چشتی، کشمیر سے جناب علامہ حبیب الرحمان، مرکزی نائب امیر سید خضر حسین شاہ، امیر صوبہ بلوچستان صاحبزادہ خالد سلطان، سید صفدر شاہ، مرکزی ناظم اطلاعات محمد نواز کھرل، علامہ اللہ بخش رضا، مرکزی چیف آرگنائزر الحاج امجد علی چشتی، قاری محمد فیروز، علامہ احمد اور رکن خصوصی سنی سپریم کونسل حاجی حنیف طیب کے علاوہ وہ بے نام شخص بھی شامل تھے جن کی زبان نے اجلاس کی کارروائی کا آغاز تلاوت کلام سے کیا تھا۔

جو تجاویز سامنے آئیں وہ یہ تھیں:

نمبر 1: سیکرٹریٹ کا ہر رکن اپنا ماہانہ چندہ باقاعدگی سے ادا کرے۔ تو ماہانہ اخراجات پورے ہو سکتے ہیں۔

نمبر 2: سیکرٹریٹ میں مرکزی امیر یا مرکزی ناظم اعلیٰ خود بیٹھیں یا اپنا دفتر مرکزی ناظم اعلیٰ خود پہلے کی طرح ایکٹو کریں۔

نمبر3: سیکرٹریٹ کی مسجد میں امام کا تقرر کیا جائے۔

نمبر4: سیکرٹریٹ میں ایک مدد مدرسہ قائم کر کے اسے خود تعمیر کر کے طلباء کی کفالت کی ذمہ داری کی جو آفر امیر بلوچستان کی طرف سے آئی ہے اسے منظور کیا جائے۔

نمبر5: سیکرٹریٹ کے لئے ہنگامی فنڈ زاکٹھے کرنے کے لئے صوبوں سے مدد لی جائے یا پھر سیکرٹریٹ کی ایڈوائزری کونسل کے اراکین سے کہا جائے۔

نمبر6: سیکرٹریٹ میں ایک جدید ایجوکیشن انسٹیٹیوٹ قائم کر کے شیئر ہولڈرز بنا کر مستقل آمدن اور رابطے کو مؤثر بنایا جائے۔

نمبر7: اضلاع یا صوبوں کی سطح پر تربیتی کونشنز کا انعقاد کر کے عہدیداران اور اراکین کو جدید صورتحال کے چیلنجوں سے نبرد آزما ہونے کے لئے تیار کیا جائے۔

نمبر8: مرکزی ناظم تعلیم وتبلیغ تربیتی نصاب مرتب کریں، تاکہ ایک نہج پر تمام علاقوں میں تربیت کا اہتمام ہو سکے۔

نمبر9: ہر عہدے دار خود کو ذمہ دار سمجھے اور اپنے آپ کو جماعت کے لئے وقف کرے۔

نمبر10: جماعت کے اراکین سے سالانہ رکنیت فیسوں کی باقاعدہ وصولی کا اہتمام کرایا جائے۔

نمبر11: سیکرٹریٹ میں رابطے اور جوابی خطوط کی ترسیل کے لئے سیکرٹری شپ کی خامیاں دور کی جائیں۔

نمبر12: مرکزی اور صوبائی عہدے داروں کے ساتھ آئین میں معاون بنانے کی ترمیم لائی جائے، جیسے امیر اور ناظم اعلیٰ کے ساتھ نائبین ہوتے ہیں تاکہ تقسیم کار کا نظام کامیاب ہو سکے۔

نمبر13: فنڈ زکی وصولی اضلاع کی سطح پر کامیاب بنانے کے لئے فنڈ کو تقسیم کیا جائے اور دستور میں شامل کیا جائے کہ کتنے فی صد فنڈ ضلع، ڈویژن، صوبے اور مرکز کو جائے گا تاکہ ترغیب ہو سکے۔

نمبر14: اس وقت سنی سپریم کونسل کے اراکین میں تین ایم این ایز ہیں جن میں دو وفاقی وزراء ہیں۔ یہ لوگ اگر مل کر اتحاد اہل سنت کے لئے میٹنگ کال کریں، تو نہ صرف میٹنگ بھرپور ہوگی، بلکہ اس کے اثرات بھی پائیدار ہوں گے۔

نمبر15: اتحاد اہل سنت کے لئے مؤثر کمیٹی قائم کی جائے جو ابتدائی سطح پر مرکزی جماعت کے لوگوں سے مذاکرات کر کے آئندہ کا لائحہ عمل طے کرے اور مرکزی امیر وناظم اعلیٰ کو آگاہ کر کے مشاورت طلب کرے۔

نمبر16: مرکزی چیف آرگنائزر اپنا تنظیمی کردار ادا کر کے پورے ملک میں تنظیمی دورہ کریں اور جن اضلاع میں تنظیمیں قائم نہیں ہیں وہاں تنظیمیں قائم کروائیں۔

نمبر17: جو تجاویز مرکزی ناظم اعلیٰ نے سیکرٹریٹ چلانے کے لئے دی ہیں ان پر عملدرآمد کر کے سیکرٹریٹ کو فعال کیا جائے۔

نمبر18: مرکزی انتظامیہ کے اجلاسوں کا دورانیہ کم از کم دو دنوں تک بڑھایا جائے اور تمام شرکا کی تجاویز سن کر ایک کمیٹی بنائی جائے جو تمام تجاویز سن کر ان کا جائزہ لے اور قابل عمل تجاویز پر فیصلے کروائے۔

نمبر19: میڈیا سیل قائم کیا جائے اور مؤثر ٹیلیفونک رابطے کے ذریعے ہر قومی وعالمی ایشو پر جماعت کا مؤقف جاری کیا جائے۔

نمبر20: سنی وزراء مملکت مسلک کے کام کریں گے تو وہی یادگار بھی رہیں گے۔ سنی وزارتوں سے دینی فوائد حاصل کرنے کے لئے حکمت عملی طے کی جائے۔

نمبر21: سیکرٹریٹ کا بینک اکاؤنٹ کھولا جائے۔

نمبر22: عہدے دیتے وقت ہر ذمہ داری کے لئے دو عہدے دیے جائیں۔ ایک کام والا اور دوسرا نام والا ہو۔ ظاہر ہے نام والا تو کام نہیں کرے گا اس لئے اس طرح کام ہونے کی امید ہے۔

نمبر23: سیکرٹریٹ میں دارالافتاء قائم کر کے ٹیلیفونک انداز سے مسائل کے حل بتائے جائیں۔

نمبر24: سیکرٹریٹ میں تمام صوبوں کو دفتر دیے جائیں تاکہ ہر صوبے کا سیکرٹریٹ سے رابطہ مؤثر ہو سکے۔

نمبر25: سیاسی جماعتوں کو ان کے حال پر چھوڑیں۔ کم از کم مذہبی جماعت کو ایک کر لیں۔

نمبر26: میڈیا پر اب کھل کر سوالات کئے جاتے ہیں۔ حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی معمولات کی وضاحت اور کھل کر جواب دینے والے علماء کرام کو سامنے لائیں۔

نمبر 27: ماہنامہ خبر نامہ اہل سنت جو سیکرٹریٹ سے جاری ہوتا تھا۔ اس کے بند ہونے پر افسوس کا اظہار کیا گیا اور ماہنامہ دلیل راہ جیسے ان تمام رسائل کا شکریہ ادا کیا گیا جو جماعت اہل سنت پاکستان کی ترویج واشاعت کر رہے ہیں۔

نتائج فیصلہ:

نمبر 1: مرکزی امیر محترم نے سنی سیکرٹریٹ کے لئے اپنا 2000 روپے ماہانہ چندے کا بقایا وایڈوانس چندہ جناب امجد علی چشتی کے حوالے کیا۔

نمبر 2: مرکزی ناظم اعلیٰ نے اپنی طرف سے سیکرٹریٹ کے لئے ہنگامی فنڈ کے طور پر ایک لاکھ روپے دینے کا اعلان کیا جو مسجد شریف کو مکمل کرنے کے لئے استعمال کیا جائے گا۔

نمبر 3: مرکزی ناظم اعلیٰ نے اعلان کیا کہ وہ یکم دسمبر 2008ء سے اپنا دفتر سیکرٹریٹ میں اپنے خرچ پر اپنے سٹاف کے ذریعے چلائیں گے۔

نمبر 4: بلوچستان کے امیر صاحبزادہ خالد سلطان کی آفر قبول کر کے اجلاس نے اس امر کی منظوری دے دی کہ صاحبزادہ خالد سلطان کو سیکرٹریٹ میں جگہ دی جائے گی جس پر وہ خود مدرسہ کی عمارت تعمیر کر کے طلباء کو حفظ القرآن کے لئے لائیں گے اور ان کی کفالت ورہائش کا بھی اہتمام کریں گے۔

نمبر 5: مرکزی ناظم اعلیٰ جو سٹاف اپنے دفتر کے لئے رکھیں گے۔ فی الحال مسجد میں امامت وتدریس کے فرائض بھی انہی کے سپرد ہوں گے۔

نمبر 6: سیکرٹریٹ میں ہر صوبے کو پندرہ پندرہ دن دیئے جائیں گے جو سیکرٹریٹ میں بیٹھ کر اپنے صوبے کی شکایات ومسائل کے حل اور سیکرٹریٹ سے بین الصوبائی رابطے کو مستحکم بنانے کی کوشش کریں گے۔

نمبر 7: ایڈوائزری کونسل کے اراکین سے ماہانہ 2 ہزار روپے لینے کی بجائے تین سال کے لئے ایک ایک لاکھ روپے لئے جائیں گے۔

نمبر 8: مرکزی ناظم تعلیم وتبلیغ علامہ محمد صدیق ہزاروی مرکزی ناظم اعلیٰ کی مشاورت سے تربیتی نصاب وکورس مرتب کریں گے۔

نمبر 9: ہر صوبے میں تربیتی کورسز مرکزی تربیتی نصاب وپالیسی کے تحت کرانے کا اہتمام کیا جائے گا جن میں مرکزی ناظم اعلیٰ یا مرکزی امیر محترم کو مدعو کرنے سے پہلے ان کی مصروفیات سے آگاہی حاصل کی جائے گی۔

نمبر 10: ہر صوبہ سیکرٹریٹ کے لئے کم از کم ایک لاکھ روپے فنڈ زدینے کے لئے اپنی پالیسی مرتب کرے گا۔

نمبر 11: ملک بھر میں درس قرآن وحدیث کے عنوانات پر ہفتہ وار یا ماہانہ محافل کا انعقاد کرانے کے لئے شیڈول بنائے جائیں گے۔

نمبر 12: اتحاد اہل سنت کے لئے صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر اور مرکزی جماعت اہل سنت کے مختلف دھڑوں سے مذاکرات کے لئے کمیٹی قائم کی گئی۔ جس میں مرکزی امیر محترم، مرکزی ناظم اعلیٰ اور حاجی حنیف طیب کے علاوہ صاحبزادہ خالد سلطان، حبیب الرحمٰن شاہ اور سید صفدر شاہ کے علاوہ ضرورت پڑنے پر مرکزی امیر ومرکزی ناظم اعلیٰ کسی رکن کو شامل کر سکیں گے۔

نمبر 13: صاحبزادہ عتیق الرحمٰن کشمیر والوں سے مرکزی امیر محترم خود بات کریں گے۔

نمبر 14: مذاکراتی اجلاس ملتان میں مرکزی امیر محترم بلوائیں گے جس میں صاحبزادہ سید حامد سعید کاظمی صاحب کو بھی انوائیٹ کیا جائے گا۔

نمبر 15: وفاقی حکومت کو اسلامی تعلیمات کے حوالے سے جماعت کا پیغام پہنچانے کے لئے مرکزی ناظم اعلیٰ علامہ سید ریاض حسین شاہ کو اجازت دی گئی کہ وہ سترہ اٹھارہ نومبر کو حکومتی اجلاس میں شرکت کریں۔

نمبر 16: مرکزی ناظم اعلیٰ نے اعلان کیا کہ سنی سیکرٹریٹ باقاعدہ ٹرسٹ بن چکا ہے جس کے کاغذات انہوں نے مرکزی امیر محترم کے حوالے کر دیئے۔

نمبر 17: مرکزی امیر محترم نے اعلان کیا کہ سنی سیکرٹریٹ کو چلانے کے لئے ایڈوائزری کونسل کو ایکٹیو کیا جائے گا۔

بلوچستان کے امیر صاحبزادہ خالد سلطان نے بتایا کہ انہوں نے جماعت کی طرف سے بلوچستان میں زلزلہ زدگان کے لئے امدادی سامان فراہم کیا ہے اور وہ خود چونکہ صوبائی زکوٰۃ کمیٹی کے بورڈ کے رکن ہیں، اس لئے ہر ضلع میں جہاں سب کو زکوٰۃ کمیٹیوں میں آنے کی دعوت دی جاتی ہے وہاں جماعت اہل سنت کو بھی باقاعدہ دعوت دی جاتی ہے اور میرٹ پر آنے کی وجہ سے اب تک سات اضلاع میں جماعت کے لوگ ڈسٹرکٹ زکوٰۃ کمیٹیوں کے چیئرمین بن چکے ہیں۔ جن پر لوگوں کا اعتماد ہے۔

اجلاس میں اس امر کی شدت سے کمی محسوس کی گئی کہ جو وزراء اہل سنت کی باتیں کرتے ہوئے وزارت کے قلمدانوں تک پہنچے۔ وہ اب اہل سنت کو بھولنے لگے ہیں اور سنیوں سے بات کرنا بھی گوارا نہیں کرتے۔

اس کے علاوہ بھی بہت سے امور پر بات چیت اور بحث مباحثوں کا سلسلہ جاری رہا۔ جس میں داتا دربار کی مسجد میں خطیب کے تقرر پر

محکمہ اوقاف کی متنازعہ پالیسی کی بھی شدید الفاظ میں مذمت کی گئی اور نعلین پاک کی گمشدگی کے معاملے میں بعض تنظیموں کے بچگانہ رویوں کی وجہ سے سرکاری لیت ولعل پر افسوس کا اظہار کیا گیا اور مطالبہ کیا گیا کہ سابق دورِ حکومت میں اس معاملے پر غفلت برتنے والے حکمرانوں اور افسران کے خلاف انکوائریاں کرائی جائیں۔ داتا دربار کی مسجد میں خطیب کے تقرر کے لئے جماعت اہل سنت پاکستان کی سفارشات پر عمل کرنے کا مطالبہ بھی کیا گیا۔

یہ اجلاس صبح 10 بجے سے شام ساڑھے چار بجے تک جاری رہا۔ جس میں یہ حیرت انگیز امر بھی دیکھنے میں آیا کہ جو لوگ اجلاس میں ایک دوسرے کے ساتھ تند و تیز لہجے میں گفتگو کرتے رہے۔ وہ اجلاس کے بعد باہم شیر و شکر نظر آئے اور کسی کو یہ محسوس نہیں ہوتا تھا کہ اجلاس میں ان لوگوں کا باہمی رویہ سخت رہا ہوگا۔ پورے اجلاس میں حسب معمول مرکزی ناظم اعلیٰ ایک طرح سے بہترین منتظم اور بہترین قائد کے ساتھ ساتھ با اعتماد دوست کا روپ اپناتے نظر آئے۔ جنہوں نے سب کی تجاویز کو سنا یہ اور بات ہے کہ تجاویز میں اکثر تجاویز وہی مانی گئیں جو انہوں نے اپنے ابتدائی کلمات میں اور درمیانی گفتگو میں پیش کیں۔ اس موقع پر مرکزی امیر محترم علامہ سید مظہر سعید شاہ کاظمی مدظلہ العالی کی پر وجاہت شخصیت غزالی زماں کا پیکر نظر آ رہی تھی، جن کی ہر ہر ادا سے شفقت اور محبتوں کی بوندیں ٹپکتی نظر آ رہی تھیں۔ اجلاس جب ختم ہوا تو ہمیں اس وقت پتہ چلا جب ہم رات کے پچھلے اور آخری پہر ہری پور اپنی رہائش گاہ پہنچے۔ کوئی پوچھے کہ اجلاس تو شام ساڑھے چار بجے ختم ہو گیا اور آپ کو رات کے آخری پہر پتہ چلا۔ تو بات یہ ہے کہ ہمارا اجلاس تو شروع بھی 4 نومبر کی دوپہر 2 بجے سے ہوا تھا۔ جب ہم ہری پور سے چلے تھے۔ اب یہ کوئی نہ پوچھے کہ وہ کیسے؟ کیوں کہ اگر ہم یہ بتانے بیٹھ گئے تو اس ماہ یہ کالم پھر ماہنامہ دلیل راہ میں نہیں آ سکے گا اور محترم بہاؤ الدین کو بھی اب پتہ چل گیا ہے کہ جوب قلم کی چابی کہاں ہے؟ اور اسے گھمانے کے لئے ہاتھ کس کا چاہئے؟ لہٰذا تین ماہ اپنا ہاتھ استعمال کرنے کے بعد اب انہوں نے جو ہاتھ استعمال فرمایا ہے ہم میں اتنی سکت نہیں ہے کہ ہم اس دستِ شفقت و عنایت کے سامنے ہلکی سی جنبش کر سکیں، ویسے بھی کسی پر ایک شفقت ہو تو بندہ بیان بھی کرے۔ بعض اوقات اتنی شفقتیں اور عنائتیں اکٹھی ہو جاتی ہیں کہ بندہ پریشان ہو جاتا ہے اور پھر راویوں کی تحقیق کرنا شروع کر دیتا ہے کہ واقعی یہ بات ٹھیک ہے؟ اسی لئے ہم بھی آج کل ان شفقتوں اور عنائتوں کے حوالے سے چپ ہیں۔ اوپر سے محترم شیخ البرورہ، شیخ محمد قاسم اس حسین پیرائے میں یادوں اور باتوں کو سجاتے ہیں کہ ان کے مقابلے میں اپنی یادوں کو سجانا عجیب لگتا ہے۔ ویسے بھی جنگل میں ایک بادشاہ ہی ٹھیک ہے۔ مور اگر جنگل میں ناچ بھی لے تو بھی لوگ یہی کہیں گے۔ جنگل میں مور ناچا۔ کس نے دیکھا؟

☆☆☆

عیدالاضحیٰ اور سنت ابراھیمی

یورپ میں قربانی اور دیگر اسلامی تہوار

مشکلیں، مسائل اور پیچیدگیاں

صاحبزادہ حسنات احمد مرتضےٰ

یورپ میں دینی احکام اور اسلامی شعائر کو اپنانا آسان کام نہیں ہے۔ ویسے تو اسلامی ممالک میں بھی محنت ومشقت کو اختیار کرنا پڑتا ہے، شاید اسی لئے علامہ اقبال نے کہا تھا کہ مسلمان نرم ونازک وجود کا مالک نہیں ہوتا بلکہ وہ سخت جان ہوتا ہے۔ سستی وکاہلی کا شکار ہونے کی بجائے کامیابی کے حصول کے لئے جہد مسلسل کو اپنانا ہوتا ہے۔ رحمت عالم ﷺ نے ایک موقع پر دعا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے خوف، حزن، عاجز ہونے، سستی وکاہلی کا شکار ہونے، بخل، قرض کے غلبے اور لوگوں کے غلبے سے پناہ مانگ کر درس دیا کہ ان چیزوں سے بچو۔

اسلامی ممالک میں شعائر دینی کو اپنانے کے لئے مواقع آسانی سے میسر ہو جاتے ہیں لیکن دیار غیر میں انہی کاموں کو اپنانے کے لئے بہت سی دشواریوں کا سامنا ہوتا ہے۔ نماز روزہ سے لے کر رزق حلال کے حصول تک اور شیطانی ماحول سے بچ کر اطاعت وفرمانبرداری تک کئی رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس ضمن میں مختلف مثالیں دی جاسکتی ہیں۔ دوران ملازمت جمعہ ونماز جیسی عظیم عبادت سے محرومی، حلال وحرام میں شکوک وشبہات، حرام اشیاء کی تجارت میں بالواسطہ یا بلاواسطہ شرکت، خنزیر وشراب نوشی کرنے والوں کی مجالس کے اثرات، صالحین وبرگزیدہ بندوں کی صحبت کے فیوض وبرکات سے محرومی وغیرہ سب باتیں شامل ہیں۔

عیدالاضحیٰ ایک اسلامی تہوار ہے۔ دنیا بھر کے مسلمان دس، گیارہ اور بارہ ذوالحجہ کو سنت ابراہیمی کو زندہ کرتے ہیں۔ لیکن یورپ میں اس اسلامی شعائر کی ادائیگی کے لئے خاصی مشکلات کا سامنا ہوتا ہے۔ عام دنوں میں بھی اسلامی طریقے کے مطابق حلال گوشت کے لئے تحقیق از بس دشوار ہوتی ہے، اس لئے کہ اپنے طور پر کوئی شخص جانور ذبح نہیں کرسکتا۔ مخصوص مقامات ہیں جہاں پر گورنمنٹ کی اجازت کے ساتھ جانوروں کو ذبح کیا جاتا ہے۔ لیکن پہلے جانوروں کو کرنٹ کے ساتھ جھٹکا لگایا جاتا ہے، جس سے جانور بے ہوش ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد مشینی انداز سے ان کو کاٹا جاتا ہے۔ ان پر کوئی تکبیر نہیں کہی جاتی اور وہی گوشت عام دکانوں پر دستیاب ہوتا ہے۔ جہالت کا شکار رہنے والے مسلمان کہتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں کہ گائے، بھینس، بکری اور مرغی تو حلال ہوتی ہے اس لئے اس کو کھا لینے میں حرج نہیں اور بعض تو ایسی دیدہ دلیری اختیار کرتے ہوئے بسم اللہ پڑھ کر کھا لینے کو ہی حلال جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسی جہالت سے مسلمانوں کو محفوظ فرمائے۔ البتہ وہ دکانیں جو مسلمانوں کی ہیں ان پر حلال گوشت مل جاتا ہے، لیکن ان میں بعض لوگ اس کو حلال تو کہتے ہیں لیکن اسلامی طریقے کے مطابق حلال کی گارنٹی نہیں دیتے۔ کچھ ایسے سٹور بھی مل جاتے ہیں جو اس بات کی گارنٹی دیتے ہیں کہ اسلامی مذبح میں تکبیر کے ساتھ حلال ہونے کا کہتے ہیں۔ یہاں ایک اور پہلو بھی تحقیق طلب ہے کہ ریکارڈ شدہ تکبیر کی آواز کی موجودگی میں حلال کرنے والی مشینوں کے ذبیحہ کا کیا حکم ہے؟ یا چھریوں والی مشین کو چلانے کے بٹن دباتے ہوئے تکبیر پڑھ لی جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟

عربوں کی تاریخ ہے کہ جانوروں کے شجرہ کو بھی محفوظ کیا جاتا۔ یہاں تو انسانوں کا شجرہ بھی محفوظ نہیں، البتہ ہر پیدا ہونے والے کا ریکارڈ ضرور رکھا جاتا ہے۔ بالخصوص جرمنی میں تو ہر پیدا ہونے والے، فروخت ہونے والے اور ذبح ہونے والے جانور کا ریکارڈ رکھا جاتا ہے۔ ایسے ماحول میں اپنے طور پر کسی جانور کا خرید کر ذبح کرنا ممکن نہیں ہے۔ اس لئے کہ گھروں میں تو گنجائش ہی نہیں ہوتی کئی کئی منزلہ چھوٹے چھوٹے فلیٹ اور کسی جانور کو گھر لانے کی قانون اجازت بھی نہیں دیتا۔ ایسے ماحول میں قربانی کرنا کس قدر مشکل ہو جاتا ہے۔ کچھ لوگ تو پاکستان اپنے عزیز واقارب کو پیسے بھجوا دیتے ہیں کہ وہ ادھر ہی ان کی جانب سے قربانی کردیں۔ قربانی تو اس طرح ادا کردی جاتی ہے۔ لیکن یہاں پیدا ہونے والی نسل قربانی کو عملاً دیکھنے سے محروم ہو جاتی ہے۔ یورپ میں پیدا ہونے والوں اور یہیں زندگی گزارنے والوں کی عملی تربیت کے لئے ضروری ہے کہ یہاں ہی قربانی کا اہتمام کیا جائے۔ اس مقصد کے لئے بہت کم ایسے ادارے ہیں جو یہاں پر قربانی کا اہتمام کرتے ہیں۔ ان ساری مشکلات کے باوجود بھی یورپ میں قربانی کرنا ناممکن نہیں ہے۔ وہ لوگ جو محنت سے جی نہیں چراتے وہ قربانی کا یہاں اہتمام کرنے کا بندوبست اس طریقے سے کرتے ہیں کہ شہروں سے نکل کر دیہاتوں کا رخ کرتے ہیں۔ سو دو سو کلومیٹر کے فاصلے پر ایسے مقامات مل جاتے ہیں، جہاں پر یہاں کے مقامی کسانوں نے اسلامی طریقے کے مطابق ذبح کرنے کے لئے اجازت لے رکھی ہے۔ جن علاقوں میں بہت سختی ہوتی ہے وہاں عدالت کے ذریعے اجازت حاصل کی جاتی ہے۔ قربانی کرنے والے احباب وہاں جا کر جانور کی گردن پر چھری چلا دیتے ہیں۔ فیملی کے ساتھ رہنے والوں کو اپنے بچوں کے ہمراہ جا کر یورپ میں قربانی کی سنت ادا کرنی چاہیے تاکہ آنے والی نسلیں قربانی کی اہمیت وفضیلت سے آگاہ ہوسکیں۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

من کان له سعة ولم یضح فلا یقربن مصلانا

''جو آدمی وسعت رکھتا ہو اور پھر قربانی نہ کرے اسے چاہیے کہ وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے۔''

ایک اور موقع پر رحمت عالم ﷺ نے فرمایا:

''اے فاطمہ! اپنی قربانی کی جانب اٹھو اور اس کے پاس حاضر ہو۔ بے شک اس کے خون کا پہلا قطرہ زمین پر گرنے کے ساتھ ہی تمہارے سابقہ گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔ تو آپ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کیا یہ ہم اہل بیت کے ساتھ خاص ہے یا ہمارے لئے بھی ہے اور عام مسلمانوں کے لئے بھی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ ہمارے لئے بھی ہے اور عام مسلمانوں کے لئے بھی۔''

☆☆☆

جامعہ ہجویریہ

دورۂ حدیث کی افتتاحی تقریب

علوم اور فنون کی بارانِ رحمت

رپورٹ: ڈاکٹر منظور حسین اختر

محکمہ اوقاف کو پاکستان کے دوسرے محکموں پر اس لحاظ سے فوقیت حاصل ہے کہ اس کے فرائض میں دینِ اسلام کی ترقی وترویج اور مزارات اولیاء کی خدمت کا کام شامل ہے۔ مزارات اولیاء روحانی تربیت گاہیں ہونے کے ساتھ ساتھ قرآنی تعلیم کی آماجگاہیں بھی ہیں۔ برصغیر پاک وہند میں داتا علی ہجویری کا مزار پرانوار جس شان وشوکت کا حامل ہے وہ کسی سے مخفی نہیں لیکن عرصہ دراز سے اس عالی شان اور پرشکوہ مزار پر دینی تعلیم وتربیت کا کوئی خاطر خواہ انتظام نہ تھا۔ خدا بھلا کرے محکمہ اوقاف کے ذمہ داران کا، جنھوں نے اس کمی کو محسوس کرتے ہوئے 2001ء میں مرکز" معارف اولیاء" کی بنیاد رکھی۔

اس مرکز کے تحت اولیائے کرام سے متعلقہ مختلف امور پر کام ہو رہا ہے، جن میں سے ماہنامہ معارف اولیاء کا اجراء اور جامعہ ہجویریہ کا قیام سرفہرست ہیں۔ قرآن وسنت کی تعلیم کے اس عظیم الشان ادارہ جامعہ ہجویریہ کو لاہور کے باقی اداروں پر داتا علی ہجویری کی نسبت سے قال اللہ اور قال الرسول کے دربے بہا کی دولت تقسیم کرنے کا امتیاز حاصل ہے۔

جامعہ ہجویریہ میں درس نظامی کی کلاسوں کا آغاز 2002ء میں کر دیا گیا تھا اور موقوف علیہ تک کلاسیں جامعہ ہجویریہ میں پڑھائی جاتی رہیں لیکن دورہ حدیث شریف کا آغاز ابھی تک نہ ہوا تھا۔

21 نومبر 2008ء بروز جمعرات جامعہ ہجویریہ کی تاریخ میں بڑا مبارک دن تھا جب دورہ حدیث کی کلاس کا آغاز کیا گیا۔ پروفیسر محمد بہاؤالدین کی دعوت پر جب جامعہ ہجویریہ پہنچے تو دورہ حدیث کے ہال میں طلباء بڑے منظم انداز میں بیٹھے تھے۔ حدیث کے ان طلباء کو دیکھ کر حضور کی حدیث کہ" طالب علم کی راہ میں فرشتے پر بچھاتے ہیں" جب یاد آئی تو ان کی قسمت پر رشک آنے لگا۔ طلباء کے سفید عماموں سے مزین تروتازہ چہرے، ماحول کی نورانیت میں اضافہ کر رہے تھے۔ بخاری شریف کے اس افتتاحی درس میں مفکرِ اسلام مفسر قرآن، پیر سید ریاض حسین شاہ کا خطاب ہونا تھا، چنانچہ جب شاہ جی تشریف لائے تو تمام اساتذہ، علماء خصوصاً مفتی محمد صدیق ہزاروی، مفتی محمد اقبال چشتی، سیکرٹری اوقاف جناب خضر حیات گوندل، ڈائریکٹر مذہبی امور ڈاکٹر طاہر رضا بخاری و دیگر علماء شاہ صاحب کے استقبال کے لئے جامعہ سے باہر کھڑے ہو گئے۔ شاہ صاحب تشریف لائے تو بڑے پروقار انداز میں خوش آمدید کہا گیا اور علماء کے جلو میں انہیں درس حدیث کے مقام پر لے جایا گیا۔ سادہ اور پروقار انتظام کو دیکھ کر دل خوش ہو گیا۔ سٹیج پر بھی فرشی نشستوں کا انتظام کیا گیا تھا۔ علماء ایک سیدھی رو میں طلباء کی طرف رخ کر کے تشریف فرما ہو گئے۔ ہماری آنکھوں کے سامنے جلوہ فرما علماء میں شاہ جی، حاجی فضل کریم، مفتی محمد صدیق ہزاروی، علامہ مقصود قادری، حافظ عبدالستار سعیدی، صاحبزادہ عبدالمصطفیٰ ہزاروی، ڈاکٹر طاہر رضا بخاری، جناب خضر حیات گوندل، قاری عارف سیالوی، علامہ سید مسعود احمد رضوی، پروفیسر راؤ ارتضی حسین اشرفی اور علامہ چوہدری اصغر کوثر وڑائچ شامل تھے۔ ملک کے مایہ ناز خطیب مفتی محمد اقبال چشتی نے سٹیج سیکرٹری کے فرائض سنبھالے۔ جامعہ ہجویریہ کے طالب علم قاری جمیل احمد کی تلاوت اور قاری فیض رسول کی نعت رسول مقبول ﷺ سے اس نورانی تقریب کا آغاز کر دیا گیا۔ تلاوت ونعت کے بعد مفتی محمد اقبال چشتی نے ڈائریکٹر مذہبی امور اوقاف پنجاب ڈاکٹر طاہر رضا بخاری کو دعوت خطاب دی۔ انہوں نے داتا صاحب کے قول سے اپنی بات کا آغاز کرتے ہوئے کہا کہ شریعت مطہرہ کا پہلا حصہ کتاب مجید اور دوسرا حصہ حدیث مبارکہ ہے۔ صوفی وہی ہے جس کے ایک ہاتھ میں کتاب اللہ اور دوسرے ہاتھ میں سنت رسول اللہ ﷺ ہو۔ انہوں نے بتایا کہ اس جامعہ ہجویریہ کا خواب حاجی فضل کریم نے دیکھا تھا جسے محکمہ اوقاف نے پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ اسی وجہ سے حاجی فضل کریم اس کی سرپرستی فرماتے رہے۔ انہوں نے بتایا کہ جامعہ کے افتتاح کے موقع پر مفتی عبدالقیوم ہزاروی نے افتتاحی دعا کروائی تھی جبکہ شاہ جی (سید ریاض حسین شاہ) نے اپنے وزٹ میں خصوصی دعاؤں سے نوازا تھا۔

ڈائریکٹر مذہبی امور ڈاکٹر طاہر رضا بخاری کے بعد سٹیج سیکرٹری مفتی محمد اقبال چشتی نے علماء بورڈ پنجاب کے چیئرمین اور مرکزی جمعیت علماء پاکستان کے صدر حاجی محمد فضل کریم کو دعوت خطاب دی۔

صاحبزادہ حاجی فضل کریم:

چیئرمین علماء بورڈ پنجاب وصدر مرکزی جمعیت علماء پاکستان

آپ نے اپنے خطاب میں علم کی فضیلت پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ حضرت غوث پاک سے لے کر امام ربانی مجدد الف ثانی تک، شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور خواجہ بہاؤالدین ذکریا ملتانی سے لے کر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا تک تمام درگاہوں میں علم کو عام کیا جاتا رہا۔ حضرت غوث اعظم کے درس میں 2 ہزار آدمی حدیث پڑھتے۔ انہوں نے کہا کہ آج پورے (جامعہ ہجویریہ) کو تناور درخت بنتے دیکھ کر دل باغ باغ ہو گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ جب میاں نواز شریف کے دور وزارت عظمیٰ میں داتا صاحب کمپلیکس کے افتتاح کے موقع پر میں نے

میاں نواز شریف سے عرض کی تھی کہ ٹھوکر نیاز بیگ کے قریب محکمہ اوقاف کی 50 ایکڑ اراضی پڑی ہے، اس پر عالی شان علی ہجویری یونیورسٹی قائم کی جائے۔ انہوں نے سیکرٹری اوقاف سے اس معاملہ پر غور کرنے کی بھی درخواست کی۔

صاحبزادہ حاجی فضل کریم کے خطاب کے بعد سٹیج سیکرٹری مفتی محمد اقبال چشتی نے درسِ حدیث ارشاد فرمانے کے لئے مفکرِ اسلام، مفسر قرآن، پیر سید ریاض حسین شاہ کو دعوتِ خطاب دی تو حال میں موجود ہر شخص نے کھڑے ہو کر آپ کا استقبال کیا۔ پروقار نعروں کی گونج میں آپ مسندِ حدیث پر جلوہ افروز ہوئے۔ اگرچہ آپ کے پیچھے بڑے بڑے علما تشریف فرما تھے لیکن آپ کا رنگ سب سے جدا گانہ محسوس ہو رہا تھا۔ آپ مسند پر جلوہ فگن ہوئے تو ایک طالب علم نے قصیدہ بردہ شریف کے اشعار پڑھ کر ماحول میں عجب سرور پیدا کر دیا۔ کانوں میں قصیدہ بردہ شریف کے نورانی نغمے، آنکھوں کے سامنے شاہ جی کا نورانی چہرہ، مقام کو داتا علی ہجویری کی نسبت اور فضا میں درسِ حدیث کا نور، آپ خود اندازہ کر لیں اس وقت ماحول میں کتنی نورانیت اور کیسا کیف ہوگا۔

مفکرِ اسلام، مفسرِ قرآن شیخ الحدیث والقرآن

حضرت پیر سید ریاض حسین شاہ:

آپ نے اپنے درس کے لئے بخاری شریف کے باب "حفظ العلم" سے ایک حدیث منتخب فرمائی۔

حدثنا ابو مصعب احمد بن ابی بکر قال حدثنا محمد بن ابراهیم بن دینار عن ابن ابی ذئب عن سعید المقبری عن ابی هریرة قال قلت یا رسول الله انی اسمع منک حدیثا کثیرا انساه قال ابسط رداءک فبسطته فغرف بیدیه ثم قال ضم فضممته فما نسیت شیئاً بعد.

"حضرت ابو مصعب احمد بن ابی بکر، محمد بن ابراہیم بن دینار سے اور آپ بن ابی ذئب سے، آپ سعید المقبری سے اور آپ حضرت ابو ہریرہ ﷛ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں آپ سے بہت سی حدیثیں سنتا ہوں مگر ان کو بھول جاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اپنی چادر پھیلاؤ۔ میں نے چادر پھیلائی۔ ابو ہریرہ ﷛ نے کہا آپ ﷺ نے دونوں مبارک ہاتھوں سے چلو بنا کر چادر میں ڈال دیا پھر فرمایا اسے اپنے اوپر لپیٹ لو اور میں نے اس کو لپیٹ لیا تو اس کے بعد کچھ نہ بھولا۔"

شاہ جی نے کہا کہ آج قافلہ اسلام جن نازک حالات سے دو چار ہے حفظِ علم کے باب میں یہ حدیث روشنیاں بانٹتی ہے اور کاروانِ اسلام کو زوال سے عروج کی طرف لے جانے کا سرمایہ رکھتی ہے۔ اگر ہم احادیث رسول اور فرمانِ نبوی ﷺ کو مشعلِ راہ بنا لیں تو اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کر سکتے ہیں۔ آپ نے کہا کہ جس مضبوط بنیاد پر حضور ﷺ نے نظامِ تعلیم اٹھایا تھا اس سے گرد و غبار ہٹانے کی ضرورت ہے۔ یہ اعزاز صرف اسلام کو حاصل ہے کہ رحمتِ عالم کے سینے پر جو صحیفۂ نور نازل ہوا تھا وہ (اقراء) پڑھنے کے پیغام سے شروع ہوتا ہے اور قلم کی اہمیت بیان کی گئی ہے۔ جو قومیں پڑھنے سے محروم ہو جاتی ہیں وہ نہ روحانی اور نہ مادی معراج پا سکتی ہیں۔

زندگی کے مختلف شعبوں کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے شاہ جی نے حضرت ابو ہریرہ ﷛ کا قول نقل فرمایا کہ حضرت ابو ہریرہ ﷛ نے فرمایا جو مہاجر بھائی (صحابہ) تھے وہ تجارت کرتے اور انصار بھائی کھیتی باڑی میں مصروف ہوتے لیکن میں حضور ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں پڑا رہتا اور احادیث یاد کرتا رہتا۔ یہاں شاہ جی نے بہت حسین نکتہ اٹھایا کہ حضرت ابو ہریرہ ﷛ نے اس قول میں "اخواننا" (ہمارے بھائی) کا لفظ استعمال فرمایا گویا ایک قوم کے لئے ضروری ہے کہ اس کے افراد ہر شعبے پر توجہ دیں اور ہر شعبے کا فرد اپنے دائرہ کار میں رہتے ہوئے قوم و ملت کی خدمت کا فریضہ انجام دے۔ اسی نکتے کو شاہ جی نے کسی اور مقام پر سمجھایا تھا کہ بحیثیت قوم ہمارا المیہ ہے کہ ہماری قوم کے شعبہ جات بکھر گئے، ہر شخص اپنے اپنے شعبے کو چھوڑ کر دوسروں کے شعبوں میں ٹانگ اڑانے لگا۔ یہی وجہ ہے کہ سیاستدان دینی فتوے دینے لگے، کھلاڑی سیاست کرنے لگ گئے، علماء کاروبار میں مشغول ہو گئے، ان پڑھ اور جاہل خطیب بن گئے۔ حضرت ابو ہریرہ ﷛ نے کاروبار اور کھیتی باڑی کرنے والوں کو بھائی کہہ کر یہ سبق دیا کہ ایک قوم کے لئے ہر شعبہ ضروری ہے اور ملتِ اسلامیہ کا ہر فرد بھائی بھائی ہے۔

علم کے حصول اور فضیلتِ علم پر بات کرتے ہوئے شاہ جی نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے لکھنے کی خاص ہدایت فرمائی اور تلقین کی کہ علم کو ضائع نہ کیا جائے، شاید اسی لئے حضور ﷺ نے علم حاصل کرنے کے لئے چین تک جانے کی رغبت دلائی۔ ایک تاریخی گوشہ بے نقاب کرتے ہوئے شاہ جی نے فرمایا کہ سب سے پہلے جس کاغذ پر قرآن پاک یا احادیث لکھی گئیں وہ کاغذ بھی چین سے آیا تھا۔

چونکہ امام بخاری نے باب حفظ العلم میں یہ حدیث نقل کی اور امام بخاری کا مطمحِ نظر علم کو یاد کرنے کے متعلق روایات اکٹھی کرنا تھا۔ اس

لئے شاہ جی نے اسی موضوع پر بات کرتے ہوئے علم یاد کرنے کے متعلق چند آداب بیان فرمائے کہ ابن جوزی نے کہا کہ جو شخص عمامہ، سرمہ اور مسواک کا استعمال کرے تو اللہ تعالیٰ حدیث یاد کرنے میں مدد فرماتا ہے۔ امام شہابی نے فرمایا کہ حافظ بڑھانے کے لئے کشمش زیادہ کھائی جائے، اسی طرح محمد بن محمد قتیبہ نے لکھا کہ اگر نسیان کا مرض ہو جائے تو 40 دن دودھ سے روٹی کھائے، تو اللہ تعالیٰ نسیان دور کر دیتا ہے۔ حضرت سفیان ثوری نے فرمایا کہ دریا کا پانی بہہ رہا ہو تو حدیث یاد نہ کی جائے کیونکہ توجہ بٹ جائے گی۔ شاہ جی نے فرمایا کہ لیٹ کر پڑھنے سے حافظہ کمزور ہوتا ہے، اسی طرح کھڑے پانی اور پیشاب کے مقام دیکھنے، دانے دار انگور اور زیادہ پیاز کھانے سے بھی حافظہ کمزور ہوتا ہے کیونکہ طبی لحاظ سے زیادہ پیاز کھانے سے ریشہ پیدا ہوتا ہے۔

پھر شاہ جی نے حدیث کے روحانی پہلوؤں پر اشارہ فرماتے ہوئے کہا کہ سب کچھ مادیت ہی نہیں، روحانیت بھی اپنا وجود رکھتی ہے۔ استاد چاہے تو اس طرح بھی عطا کر دیتا ہے۔ اسی کو بزرگوں کی نظر اور عنایت کہا جاتا ہے۔ شاہ جی کے خطاب کے بعد فارغ التحصیل علماء میں اسناد تقسیم کی گئیں اور اس کے بعد سیکرٹری اوقاف جناب خضر حیات گوندل نے تمام علماء کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ اگر ''داتا علی ہجویری یونیورسٹی'' بن جائے تو یہ ہمارے لئے بڑا اعزاز ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ ہم اس معاملہ میں مشاورت کریں گے اور اس طرح شاہ جی کی اختتامی دعا کے ساتھ یہ پروقار اور نورانی تقریب اپنے اختتام کو پہنچی۔

☆☆☆

آتے ہیں غیب سے یہ مضامیں خیال میں

محمد دین سیالوی

علامہ محمد دین سیالوی ارضِ وطن کے معروف عالمِ دین ہیں اس وقت انگلینڈ کے مشہور شہر نیلسن میں دینِ متین کی خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔ آپ نے دانشِ حجاز کے نام سے انبیاء، صلحا اور دانشوران ملت کے ایمان افروز اقوال اکٹھے کیے ہیں۔ سبق آموز اقوال پر ان کے زریں اور بامعنی تبصرے پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ زبانِ حال سے کہی ہوئی باتیں قارئین دلیل راہ کی نذر کی جاتی ہیں۔ (پانچواں حصہ)

81 حیطة عبد الله بن مبارک

کان عبد اللہ بن مبارک علیه الرحمة فی غزوۃ فنزل عند نهر ونصب رمحه وربط فرسه وتوضا وشرع یصلی، فلما سلم وجدفرسه انها انقلتت وأکلت من الزرع

فقال:(اکلت فرسی حراماً فلا ینبغی لی ان اغزو علیها)فترکها لصاحب الزرع وشتریٰ غیرها وغزا علیها .

عبداللہ بن مبارک علیہ الرحمۃ کی احتیاط

حضرت عبداللہ بن مبارک علیہ الرحمۃ ایک غزوہ میں شریک تھے۔(ایک جگہ) دریا کے پاس گھوڑے سے اترے، نیزہ زمین میں گاڑ کر گھوڑے کواس سے باندھ دیااور وضو کرکے نماز میں مشغول ہوگئے جب نماز سے فارغ ہوئے تو دیکھا گھوڑا چھوٹ گیا ہےاور کھیت سے کھا رہا ہے۔

انہوں نے کہا:(میرے گھوڑے نے حرام کھایا ہے لہٰذا میرے لئے اس پر جہاد جائز نہیں) وہ گھوڑا کھیت کے مالک کو دے دیا اور خود ایک اور گھوڑا خرید کراس پر جہاد کیا۔ (ارشادالعباد صفحہ ۱۴۳)

تبصرہ:

حضرت عبداللہ بن مبارک علیہ الرحمۃ کے اس عمل سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ حرام اور مشکوک چیزوں سے قطعی پرہیز کرنا چاہیے۔ان کی نماز کے درمیان گھوڑا اتو دبخو دچھوٹ گیا اور کھیت میں داخل ہوگیا۔ان کا ارادہ، اختیار اور نیت اس میں شامل نہ تھی وہ اس میں معذور تھے لیکن اس کے باوجود انہوں نے اس گھوڑے کو استعمال کرنا پسند نہیں فرمایا۔

ہمارے اسلاف کے زہد وتقویٰ اور حزم واحتیاط کے ایسے بے شمار واقعات تاریخ کے صفحات میں جگمگ جگمگ کررہے ہیں۔تفصیل کے لئے تو ایک دفتر درکار ہے۔مشتے نمونہ ازخروارے۔۔۔۔۔۔کے مصداق چند ایک پیش ہیں۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کپڑے کے بہت بڑے تاجر تھے،آپ کا کاروبار بہت وسیع اور دور دور تک پھیلا ہوا تھا۔بے شمار ملازم اسی کام کے لئے رکھے ہوئے تھے۔

ایک دفعہ آپ اپنے مال تجارت کا جائزہ لے رہے تھے تو دیکھا کہ ایک تھان میں کچھ نقص ہے۔اپنے ملازم کو حکم دیا کہ یہ تھان فروخت کرتے وقت گاہک کو اس نقص سے آگاہ کردینا اور واضح کردینا کہ اس تھان میں یہ نقص ہے۔پھر خریدار کی مرضی ہے، چاہے تو خرید لے چاہے تو چھوڑ دے۔ملازم نے ہامی بھرلی اور خاصا مال لے کر بیچنے کے لئے چلا گیا۔جب واپس آیا تو اس کے پاس خطیر رقم موجود تھی۔وہ اس نے حضرت امام کی بارگاہ میں پیش کی۔آپ نے پہلا سوال ہی یہ کیا کہ کیا خریدار کو نقص سے آگاہ کردیا تھا؟ ملازم سناٹے میں آگیا، بڑا شرمسار ہوا۔بولا معذرت خواہ ہوں مجھے یہ عیب دکھانا یاد نہیں رہا۔آپ نے خفا ہونے کی بجائے یہ فرمایا کہ جو رقم لائے ہو وہ سب صدقہ کردو۔ملازم نے کہا ایک تھان کی قیمت الگ کرکے صدقہ کردیتے ہیں۔کیونکہ باقی تھان بالکل درست تھے ان کی قیمت صدقہ کرنے کی کیا ضرورت ہیں؟

آپ نے فرمایا ان کی قیمت بھی تو اس تھان کے ساتھ مل گئی ہے اب یہ کیا پتہ کہ اس تھان کی رقم کونسی ہے کیونکہ ساری رقم مشتبہ ہوگئی ہے اس لیے ساری رقم صدقہ کردو۔

حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ کے ایک بیٹے صالح بن احمد علیہ الرحمۃ تھے، زہد وتقویٰ میں بہت بلند درجہ رکھتے تھے، صائم الدہر اور قائم اللیل تھے۔اصفہان کے قاضی تھے، عدل گستری کا یہ عالم تھا کہ دروازے پر بستر لگائے بیٹھے رہتے اور دروازہ کھلا رکھتے تھے۔انہیں اس خیال سے نیند نہیں آتی تھی کہ رات کو اگر کوئی فریادخواہ آجائے تو اسے دقت پیش نہ آئے۔اس زہد وتقویٰ کے باوجود ایک دفعہ حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ کے لئے کھانا آیا تو روٹی دیکھ کر حضرت امام نے فرمایا یہ روٹی کیسے تیار ہوئی؟ عرض کیا گیا کہ آٹا تو حضور ہی کا ہے اور خمیر حضرت صالح کے ہاں سے لیا گیا ہے۔حضرت امام نے فرمایا:(صالح چونکہ ایک سال عہدہ قضاء پر مامور رہے ہیں اس لئے ان کا مال قابل اطمینان نہیں ہے) چنانچہ حضرت امام نے وہ روٹی سامنے سے اٹھوادی اور فرمایا:(جب کوئی سائل آئے تو اسے یہ کہہ کر کہ آٹا احمد کے گھر کا ہے اور خمیر صالح کے گھر کا ہے اگر وہ اس کے باوجود یہ روٹی قبول کرلے تو دے دینا) چالیس روز تک کوئی سائل نہ آیا۔روٹی بدبودار ہوگئی۔اسے دریا میں ڈال دیا گیا لیکن مچھلیوں نے بھی اسے قبول نہیں کیا۔

82 سلیمان بن عبد الملک وصفوان علیه الرحمة فی مسجد رسول الله ﷺ

ارسل سلیمان بن عبد الملک وهو فی مسجد رسول الله ﷺ الی العالم صفوا ن وهو یصلی غلامه بخمسما ئة دینار فی کیس فقال له لغلام :((الست صفوان ؟) قال :(بلیٰ)قال :(خذ هذا المال من الخلیفة)

قال صفوان : (هذا المال ليس لي انت مخطيء فا ذهب وتثبت من الخليفة)قال: (امسک الکيس حتیٰ اعود) قال: (لا ان امسكته فقد اخذته ،اذهب به معک) فذهب الغلام ،واخذ صفوان نعليه وخرج من المسجد ولم يعد الی المسجد حتیٰ سافر الخليفة .

خلیفہ سلیمان بن عبدالملک اور صفوان علیہ الرحمۃ مسجد نبوی میں

سلیمان بن عبدالملک نے مسجد نبوی میں اپنے ایک غلام کو تھیلی میں پانچ سو دینار دے کر عالم ربانی حضرت صفوان علیہ الرحمۃ کے پاس بھیجا جبکہ وہ نماز پڑھ رہے تھے۔غلام نے ان سے کہا: (کیا آپ صفوان ہے؟) انہوں نے جواب دیا: (جی ہاں) غلام نے کہا: (خلیفہ کی طرف سے یہ مال قبول فرمائیں۔)

صفوان نے کہا: (تمہیں غلطی لگی ہے یہ مال میرے لئے نہیں ہے، جاؤ خلیفہ سے تحقیق کرو) غلام نے کہا: (میرے واپس آنے تک یہ تھیلی اپنے پاس رکھو) آپ نے فرمایا: (نہیں، کیونکہ اگر میں نے اسے رکھ لیا تو اس کا مطلب ہے کہ میں نے اسے قبول کر لیا ہے۔اسے اپنے ساتھ لے جاؤ) جب غلام چلا گیا تو صفوان نے اپنے جوتے اٹھائے اور مسجد نبوی سے نکل گئے اور جب تک خلیفہ وہاں سے چلا نہیں گیا واپس نہیں آئے۔

(ارشاد العباد صفحہ ۱۳۸)

تبصرہ:

حضرت صفوان کے اس عمل میں علماء اور صوفیاء کے لئے سبق ہے کہ وہ حکمرانوں اور امراء کے درباروں سے ہمیشہ دور رہیں اور ان کے نذرانوں سے پرہیز کریں۔ ہمارے اسلاف نہ خود امراء کے دروازوں پر گئے اور نہ انہیں اپنے دروازوں پر پسند کیا۔ تاکہ ان کی آزادروی ,خودداری, حق گوئی اور بیباکی متاثر نہ ہو۔

اے طائر لا ہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

(علامہ اقبالؒ)

ایک بار جہانگیر بادشاہ حضرت میاں میر قادری علیہ الرحمۃ کے آستانے میں حاضر ہوا لیکن دربان نے راستہ روک لیا اور اندر جانے کی اجازت نہ دی۔ کیونکہ وہ وقت حضرت کی عبادت وریاضت کا تھا۔ جہانگیر نے لاکھ تعارف کرایا لیکن بے سود۔ آخر مایوس ہو کر واپس جاتے ہوئے دربان سے کہتا گیا۔۔۔۔ بر در درویشاں درباں نہ باید۔۔۔۔۔۔ درویشوں کے دروازوں پر چوکیدار نہیں ہونا چاہیے۔

حضرت میاں میر قادری اوراد و وظائف سے فارغ ہونے تو دربان نے جہانگیر کا فقرہ عرض کیا۔ تو آپ نے برجستہ جواب دیا۔۔۔۔ باید تا سگے دنیا نہ آید۔۔۔۔۔۔ ہونا چاہیے تاکہ دنیا کا کوئی کتا اندر نہ آئے۔

83: الدنیا ظل زائل

قال عبد الله بن مسعود ﷺ (نام رسول الله ﷺ علی حصیر فقام وقد اثر فی جنبه ،فقلنا یا رسول لله لو اتخذنا لک وطاء ،فقال :مالی وللدنيا ،ما انا فی الدنيا الا کراکب استظل تحت شجرة ثم راح وترکها.)

دنیا ڈھلتی چھاؤں ہے

عبداللہ بن مسعود ﷺ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ایک (کھردری) چٹائی پر سوئے ،جب اٹھے تو پہلو مبارک پر چٹائی کا نشان بنا ہوا تھا۔ ہم نے عرض کی یا رسول اللہ! اگر اجازت ہو تو آپ کے لئے بستر بنوالائیں۔ آپ نے فرمایا: مجھے دنیا (کے ساز و سامان) سے کیا واسطہ؟ میں اس دنیا میں اس سوار کی طرح ہوں جو (سفر میں ہو اور) سایہ کی غرض سے کسی درخت کے نیچے ٹھہرے اور پھر اسے چھوڑ کر چلا جائے۔

(ارشاد العباد صفحہ ۱۳)

تبصرہ:

یہ دنیا مسافر خانہ ہے اور ہم یہاں مسافر ہیں، کوئی آرہا ہے اور کوئی جارہا ہے یہ چل چلاؤ ابتدائے آفرینش سے جاری ہے، آج نہیں تو کل ہماری باری بھی آئے گی ، یہاں کوئی بھی ہمیشہ کے لئے نہیں آیا، ہماری منزل مقصود آخرت ہے، مسافر خانہ کی دل کشی اور راحت و آرام میں کھو کر منزل مقصود بھول جانا بہت بڑی نادانی ہے۔

کل کی امید وار ہے دنیا

عالم انتظار ہے دنیا
حسرتوں کا مزار ہے دنیا
کارواں کا غبار ہے دنیا

84: لئن شکرتم لا زیدنکم (حکایۃ لذیذۃ)

روی عن ابی عبد اللہ الحارث الرازی علیہ الرحمۃ انہ قال اوحی اللہ جل جلا لہ الی بعض انبیائہ ،انی قضیت عمر فلان نصفہ با الفقر ونصفہ با الغنی فخیر ہ حتیٰ اقدم لہ ایھماشاء فدعانبی اللہ علیہ السلام الرجل واخبرہ فقال:(حتٰی اشاور زوجتی)فقالت زوجتہ:(اختر الغنی حتیٰ یکون ھو الاول)فقالھا :(ان الفقر بعد الغنی صعب شد ید والغنی بعد الفقر طیب لذیذ)فقالت:(لابت اطعنی فی ھذا)فرجع الی النبی علیہ السلام فقال :(اختار نصف عمری الذی قضی لی فیہ بالغنی أن یقدم فوسع اللہ جل جلا لہ علیہ الدنیا وفتح علیہ باب الغنی قالت لہ امرتہ:(ان اردت ان تبقی ھذہ النعمۃ فاستعمل السخاء مع خلق ربک فکان اذا اتخذ لنفسہ ثوبااتحذ لفقیر ثوبا مثلہ فلما تم نصف عمرہ الذی قضی لہ فیہ با لغنی اوحی اللہ جل جلالہ الی نبی ذالک الزمان :(انی کنت قضیت نصف عمر ہ با لفقر ونصفہ با لغنی لکنی وجدتہ شاکر النعائی والشکر یستو جب المزید فبشرہ انی قضیت باقی عمرہ بالغنی)

اگر تم شکر کرو گے تو تمہیں اور زیادہ دوں گا
(دلچسپ حکایت)

ابو عبداللہ الحارث رازی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اللہ جل جلالہ نے ایک نبی کی طرف وحی بھیجی کہ میں نے فلاں شخص کے لئے فیصلہ کرلیا ہے کہ اس کی آدھی عمر فقر میں اور آدھی دولت مندی میں بسر ہوگی۔ آپ اس سے پوچھیں، دونوں حالتوں (فقر اور دلت مندی) میں سے جو وہ چاہے گا، میں اسے پہلے کردوں گا۔ نبی علیہ السلام نے اسے بلایا اور سارا ماجرا سنایا، اس نے عرض کی کہ مجھے بیوی سے مشورہ لینے کی اجازت دیں۔ اس کی بیوی نے اسے کہا: (پہلے دولت مندی کی تمنا ظاہر کرو) آدمی نے کہا: (میرے خیال میں) پہلے فقر ہونا چاہیے کیونکہ سکھ کے بعد دکھ مصیبت عظیم، جبکہ دکھ کے بعد سکھ نعمت عظمیٰ اور موجب راحت ہوتا ہے) بیوی نے کہا: (آپ ٹھیک کہتے ہیں) مگر اس بار میری بات مانو: اس شخص نے بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر عرض کی: (میں پہلے دولت مندی اختیار کروں گا) اللہ نے اسے وسعت وکشادگی عطا فرمائی اور اس پر دولت کے دروازے کھول دیئے۔ اسکی بیوی نے کہا: (اگر تو اس دولت اور ساز وسامان کی پائداری چاہتا ہے تو اسے مخلوق خدا پر خرچ کرو) (چنانچہ اس نے اس پر عمل کیا) جب وہ اپنے لئے کوئی کپڑا خریدتا تو اسی طرح کا کپڑا کسی مسکین کے لئے بھی خریدتا (خود کھانا کھاتا تو کسی مسکین کو بھی ساتھ کھلاتا) جب دولت مندی میں اس کی نصف عمر پوری ہوگئی، تو اللہ نے اس دور کے نبی کی طرف وحی بھیجی اور فرمایا: (میں نے فیصلہ تو یہ کیا تھا کہ اس کی آدھی عمر فقر میں گزرے گی اور دوسری آدھی دولت مندی میں مگر چونکہ اس نے میری نعمتوں کا حق (شکر) ادا کیا ہے اور شکر نعمتوں میں اضافہ کا باعث ہوتا ہے لہذا اسے مژدہ سنادو کہ اس کی بقیہ عمر بھی دولت مندی میں بسر ہوگی۔) (روح البیان جلد اول صفحہ ۳۹)

☆☆☆ باقی آئندہ ☆☆☆